



SIDNEY SHELDON

TELL ME YOUR DREAMS

THE NEW INTERNATIONAL BESTSELLER

افتداری لکھیل

ضرخان شیخ

انتقام کے شعلوں میں جلنے والی ایک ٹھکرائی ہوئی عورت کی جدوجہد کا فسانہ :

گزشتہ کچھ عرصے سے امریکی صدر کے حوالے سے جو اسکیئنڈل مشہور ہوئے ہیں، انہوں نے ساری دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی ہے۔ اس سے قطع نظر کہ مشہور ہونے والے واقعات میں صدر اگت کسی حد تک ہے، اس بات سے بہر حال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ رائی ہو تو پہاڑ بنتا ہے۔ لہذا امریکا کے شہر آفاق ناول نویس سڈنی شیلڈن کا تازہ ترین بیسٹ سیلر ناول بھی ایک ایسے امریکی صدر کے حالات زندگی پر لکھا گیا ہے جس کی رنگین مزاجی اس کے لیے مسئلہ بنی رہی۔ امریکا کی کرسی صدرت تک زینہ بہ زینہ بڑھتے ہوئے اُس کے قدم کسی نہ کسی حینہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر رہے۔ وہ ہر صورت میں اقتدار تک پہنچنا چاہتا تھا مگر اُس کے ماضی کا ایک خوب صورت تعلق بریادی کا سایہ بن کر اُس کے تعاقب میں تھا۔

اقتدار کے ایوانوں تک رسائی کے لیے کی جانے والی کوششوں کا دلچسپ نمائشا

لڑا کو ستاروں کی چال یا نجوم وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اس کے باوجود وہ مشغلے کے طور پر اخبار میں چھپنے والے کالم پڑھ لیا کرتی۔ جس میں لکھا ہوتا کہ اس برج میں پیدا ہونے والوں کے لیے آج کا دن کیا رہے گا۔ تو اس دن کا اخبار یہ بتا رہا تھا کہ آج اسے غیر متوقع طور پر ایسی خوشی حاصل ہوگی جو اس کے پورے وجود کو سرشار کر دے گی۔

اس نے یہی بات اپنی ڈائری میں لکھ لی۔

لڑا کی ڈائری اس کی تنہائی کی ساتھی تھی۔ وہ ڈائری سے باتیں کیا کرتی۔ دن بھر کے واقعات اسے سناتی اور ڈائری کے سینے پر ان واقعات کو تحریر بھی کر دیتی۔ اس کا انداز کچھ اس قسم کا ہوتا۔ ”ڈیر ڈائری کیا تمہیں معلوم ہے آج میرے ساتھ کیا ہوا۔ آج میں اکیلی بہت دیر تک پارک میں چل قدمی کرتی رہی پھر جب تھک گئی تو واپس چلی آئی“ یا پھر ”میری دوست۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنے واقعات تمہیں نہیں سنائے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ کل ایسا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کل دفتر میں بہت کام تھا۔ اس لیے میں تھک گئی تھی۔“

لڑا ایک اشتہاری کمپنی میں ایک اچھے عہدے پر تھی۔

اس کمپنی کا کام مختلف پروجیکٹ کی مناسب انداز میں شہیر کرنا تھا۔ بیس بائیس سال کی لڑا ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ اس کا حسن جلا کر راکھ کر دینے والا نہیں تھا بلکہ ایک ادا اس سی آنچ دیتا ہوا حسن تھا۔ جو آہستہ آہستہ پورے اعصاب کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ نہ جانے کتنے لوگ اس کے قریب آئے لیکن کسی نے بھی بھرپور انداز میں اس کے دل اور اس کے ذہن تک رسائی کی کوشش نہیں کی تھی۔ لوگ اس سے شادی کرنے کے لیے تیار رہتے لیکن کسی نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

گیارہ بجے کے قریب فرم کا مالک ہلکی سی دستک کے ساتھ اس کے گیبن میں داخل ہوا۔ برکلے ایک ادھیڑ عمر، مہنجا لیکن خوش مزاج انسان تھا ”لڑا۔ تمہیں ابھی ایک نئے کلائنٹ سے ملاقات کرنی ہے۔“ اس نے بتایا۔

”لیکن جناب۔ میں تو پہلے ہی تین فائلوں میں الجھی ہوئی ہوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کلائنٹ کو تم ہی سنبھال سکتی ہو۔“ برکلے نے کہا ”اور وہ نیا کلائنٹ اولیور رسل ہے۔“

”اولیور رسل۔“ لڑا نے ایک گہری سانس لی۔ وہ اس شخص کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ اولیور اس اسٹیٹ



کا شاید سب سے مقبول انسان تھا۔ وہ ویسے تو اٹارنی تھا لیکن اب اسٹیٹ کے گورنر کے لیے اس نے اپنی انتخابی مہم شروع کر رکھی تھی۔ وہ ٹی وی کے کئی مقبول پروگراموں میں میزبانی کے فرائض انجام دے چکا تھا۔ کئی ریڈیو... اسٹیشنوں سے بھی اس کی سحرانگیز آواز سنائی دیتی تھی۔ خود اس کی اپنی شخصیت بھی کم سحرانگیز نہیں تھی۔ اس کی ذات سے نہ جانے کتنی کہانیاں وابستہ تھیں ”اولیور رسل کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں جناب۔“ اس نے پوچھا۔

”ہم اسے گورنر بنانے میں اس کی مدد کر سکتے ہیں۔“ برکلے نے کہا ”تم اس سے ملاقات کرلو۔“ اولیور جب لڑا کے کیبن میں داخل ہوا تو لڑا کو ایسا محسوس ہوا جیسے ایک لمحے کے لیے اس کی دھڑکنیں رک گئی ہوں۔ اولیور کی شخصیت کچھ ایسی ہی تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد لڑا نے دریافت کیا ”مسٹر رسل۔ سب سے پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ کن ٹکی کے گورنر کیوں بننا چاہتے ہیں۔“

”سامنے کی بات ہے۔“ رسل نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہماری اسٹیٹ شاید امریکا کی خوب صورت ترین اسٹیٹ ہے۔ ہم نے امریکا کو دو صد دیے ہیں۔ یہاں کی وادیاں اور پہاڑیاں اتنی خوب صورت ہیں کہ پوری دنیا کے لوگ دیکھنے آتے ہیں۔ ہمارے پاس بے پناہ وسائل ہیں اور۔۔۔“ وہ بولتا چلا گیا۔

رسل گفتگو کر رہا تھا اور لڑا اس کی آواز اور باتوں کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسے اخبار کی پیش گوئی یاد آرہی تھی ”آج اسے ایک ایسی غیر متوقع خوشی حاصل ہوگی جو اس کے پورے وجود کو سرشار کر دے گی۔“

رسل سے ملاقات کے بعد اس نے اپنے پاس برکلے سے کہا۔ ”جناب عالی۔ یہ شخص مجھے پسند آیا ہے۔ اس میں گورنر بننے کی صلاحیت بھی موجود ہے اور اس کی خواہش بھی یہی ہے۔ ہم اس کی انتخابی مہم کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔“

”لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا۔“ برکلے سوچتے ہوئے بولا ”تمہیں شاید یہ معلوم ہوگا کہ چند دن پہلے تک بل بورڈ والے اس کی مہم چلا رہے تھے۔ ریڈیو ٹی وی اخبارات ہر جگہ بل بورڈ والوں نے اس کے لیے ایک مقام پیدا کر دیا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ کوئی بااثر اور دولت مند شخص رسل کے پیچھے ہے جو اس کی انتخابی مہم کے لیے رقم خرچ کر رہا ہے پھر اچانک ان لوگوں نے رسل کی مہم سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔“

”اتنی کامیاب مہم چلانے کے بعد بھی۔“ لڑا نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔“ برکلے نے اپنی گردن ہلائی ”اس کی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ بہر حال بل بورڈ والوں سے دل برداشتہ ہو کر رسل ہمارے پاس آگیا ہے۔ ایک الجھن یہ بھی ہے کہ اس کے پاس اپنی مہم چلانے کے لیے اتنی رقم نہیں ہے۔ ہمیں بہت ہوشیاری اور حکمت عملی سے یہ کام کرنا ہوگا۔“

”لیکن اس کی انتخابی مہم اچانک ختم کیوں کر دی گئی؟“ لڑا نے پوچھا۔

”یہ میں نہیں جانتا۔ بہر حال اب تم سوچ لو کہ کیا رسل کا ساتھ دینا سودمند رہے گا؟“

”میرا خیال ہے کہ میں صورت حال کو کسی نہ کسی طرح کنٹرول کر لوں گی۔“ لڑا نے کہا ”آپ اس کی انتخابی مہم کی ذمہ داری میرے سپرد کر دیں۔“

اس کی بات مان لی گئی تھی۔ اس رات اپنے اپارٹمنٹ لوٹ کر اس نے اپنی ڈائری میں لکھا ”پاری ڈائری۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے بالآخر میری منزل مجھے مل گئی ہے۔ اولیور رسل ہی وہ آدمی ہے جس سے میری شادی ہو سکتی ہے۔“

لڑا نے ایک آداس کر دینے والی ایسی زندگی گزار رہی تھی جس میں اچانک واقعات بہت بے رحم ہو گئے تھے۔ اس کا بچپن بہت خوب صورت تھا۔ اس کا باپ انگریزی کا پروفیسر تھا اور لڑا سے بہت پیار کرتا تھا لڑا کی ماں بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ دونوں مل کر اس کا خیال کرتے۔ اس کی ذرا ذرا سی خواہش پوری کر دی جاتی۔ لڑا کے لیے اس زمانے میں زندگی بہت آسان اور بہت سبک تھی۔ ماں باپ کے پیار کے ساتھ زندگی بہت نرم روی سے گزر رہی تھی کہ ایک دن اس کی ماں نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے ایک قیامت خیز انکشاف کیا۔ اس کا باپ ان دونوں کو چھوڑ کر جا چکا تھا۔

نہ جانے کیوں۔ ہو سکتا ہے کہ بہت دنوں سے اس کی ماں اور باپ کے درمیان ایک دوسرے سے علیحدگی کی جنگ شروع ہو چکی ہو لیکن لڑا کو اس وقت پتا چلا جب اس کا باپ انہیں چھوڑ چکا تھا۔ یہ ایک ایسی بے رحم حقیقت تھی جس پر بہت دنوں تک لڑا کو یقین نہیں آیا تھا۔

لڑا کو یقین تھا کہ اس کا باپ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کی ماں اور باپ کے درمیان قانون کی جنگ شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی چیت تھی۔ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

اس کے باپ نے مڑ کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ کسی اور عورت کی محبت میں اتنا آگے نکل چکا تھا کہ اسے لڑا بھی یاد نہیں رہی تھی۔

لڑا کو اپنے باپ کا نیا گھر معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ایک شام بہت ہی امیدوں کے ساتھ اس گھر تک پہنچ گئی۔ ایک عرصے کے بعد وہ اپنے باپ کی صورت دیکھنے والی تھی۔ اس نے دروازے کی کھنٹی بجائی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک لڑکی سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ لڑا سے ایک دو سال بڑی ہو گئی۔ لڑا پھر کچھ نہیں کہہ سکی۔ وہ لڑکی یقیناً اس عورت کی بیٹی ہو گئی جس سے اس کے باپ نے شادی کر لی تھی اور اب اس کے باپ کو کسی اور بیٹی کی ضرورت نہیں تھی۔ لڑا ایک لفظ کے بغیر واپس مڑ گئی تھی۔

لڑا کی ماں روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ شوہر کی جدائی کے غم نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ معاشرہ ایسا تھا جہاں اس قسم کی باتوں کی پروا نہیں کی جاتی لیکن مختلف لوگ تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی ایک مختلف عورت تھی اسی لیے زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکی اور ایک رات خاموشی سے مر گئی۔ اس کی موت کے بعد لڑا نے اپنے ایک رشتے دار کے یہاں پرورش پائی۔ اس نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اس دوران میں اس نے مقابلہ حسن کے دو چار مقابلے بھی جیتے۔ ایک آدھ بار ماڈلنگ بھی کی۔ دو آدمی بھی اس کی زندگی میں آئے۔ ایک فٹ بال کا کھلاڑی تھا اور دوسرا ایک استاد لیکن وہ بہت جلد ان دونوں سے اکتا گئی۔ کیونکہ وہ دونوں ہی اس کے ذہنی معیار کے مطابق نہیں تھے۔

رشتے دار کی موت کے بعد اس نے برکے کی فرم میں ملازمت کی درخواست دے دی اور اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس فرم نے لڑا کو سیکریٹری رکھ لیا۔

سیکریٹری کی حیثیت سے اس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ وہ ایک ذہین لڑکی تھی۔ اس کے لیے زندگی ایک کھلے میدان کی طرح تھی۔ اس نے دو چار مواقع پر فرم کو اشتہارات کے نئے خیالات دیے۔ اس کے مشوروں کی قدر کی گئی۔ جس کے نتیجے میں اسے جو نیر کا پی رائٹربنا دیا گیا لیکن اسے ابھی اور آگے جانا تھا۔ یہ تو صرف ابتدا تھی۔ ایک سال کے بعد وہ مارکیٹنگ اور پبلسٹی دونوں شعبوں میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

اولیور رسل کی انتخابی مہم اس کے لیے ایک چیلنج کی طرح تھی۔

برکے نے ایک بار اسے یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اس مہم کو

ترک کر دے۔ کیونکہ اولیور رسل کے پاس انتخابی مہم چلانے کے لیے اتنی رقم نہیں ہے۔

”کوئی بات نہیں جناب۔“ لڑا نے کہا ”میں بہت آگے تک دیکھ رہی ہوں۔ وہ کامیابی حاصل کرنے والا لکھناڑا ہے۔ ایجنسی نے اگر اس کا ساتھ دیا تو میں سمجھتی ہوں کہ آگے چل کر اس سے فائدہ ہی ہوگا۔“

اور لڑا کو مہم جاری رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ ایک دن ایک پارک کے پُر سکون گوشے میں بیٹھ کر اولیور نے اس سے کہا ”لڑا۔ میں سیاست سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے یہ کھیل پسند نہیں ہے۔“

”اگر سیاست پسند نہیں ہے تو پھر تم یہ کھیل کھیلنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟“ لڑا نے حیرت سے پوچھا۔

”اس لیے کہ میں اس پورے سسٹم کو بدلنا چاہتا ہوں۔“ اولیور نے بتایا ”جب بھی دیکھو گھوم پھر کر وہی چہرے سامنے آجاتے ہیں۔ جب تک پورا سیٹ آپ نہیں بدلے گا۔ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔“

وہ بولتا رہا اور لڑا سنتی رہی۔ اس کی باتیں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ اس کی شخصیت کا سحر لڑا کو اپنی جانب کھینچنے کے لیے جارہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اولیور جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کر گزرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ پارک میں گھومتے ہوئے مرد اور عورتیں اس سے ہاتھ ملانے اس سے باتیں کرنے کے لیے اس کے پاس آ رہے تھے۔ نہ جانے کتنی لڑکیوں اور عورتوں سے اس کے تعلقات ہوں گے۔ پچھلے دنوں ایک سینیٹر کی بیٹی سے اس کے تعلقات تھے لیکن خیر۔ لڑا کا ان باتوں سے کیا واسطہ تھا۔

رقم نہ ہونے کی وجہ سے اولیور کی انتخابی مہم بہت ٹھنڈی جا رہی تھی۔ اس کے برعکس اس کا حریف ایڈن روز بروز مقبولیت حاصل کرتا جا رہا تھا۔ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات ہر جگہ وہ چھایا ہوا تھا۔ برکے کو بھی اولیور کی طرف سے مایوسی ہو گئی تھی لیکن لڑا نے ہر قیمت پر اولیور کی مدد کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ ابھی مایوس نہیں ہوئی تھی۔

ایک رات دونوں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اس رات اولیور بہت مایوس دکھائی دے رہا تھا ”میرا خیال ہے لڑا کہ شاید میں اس دوڑ میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا کیونکہ میرے پاس اپنے آپ کو پروجیکٹ کرنے کے لیے اتنی رقم نہیں ہے۔“

”مایوس مت ہو۔“ لڑا نے تسلی دی ”سب ٹھیک

سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ تم گرین جھیل کی طرف جانے والے ہو۔“

”لیکن یہ سب کیسے ہوگا۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔“

”تم اس کی فکر مت کرو۔ ہماری ایجنسی یہ اخراجات برداشت کرے گی۔“ لڑا نے کہا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اچھے طرح جانتی تھی کہ ایجنسی رقم دینے سے انکار کر دے گی اور اس کے اخراجات خود لڑا ہی کو برداشت کرنے ہوں گے۔ وہ ایجنسی والوں کو یہ کہہ کر مطمئن کر سکتی تھی کہ اولیور کے ایک چاہنے والے نے چندہ دیا ہے اور یہ بات غلط بھی نہیں تھی۔ وہ اولیور کو چاہنے والی ہی تو تھی۔ اس کے لیے سب کچھ کر سکتی تھی۔

گرین جھیل پر پانچ چھ سو آدمیوں کا اجتماع تھا۔ سارے انتظامات لڑا ہی نے کیے تھے۔ اولیور کی تقریر بہت اچھی رہی تھی۔ لوگوں نے دل کھول کر تالیاں بجائی تھیں اور اس کا بات کو سراہا تھا۔

لڑا، اولیور کے لیے بہت کچھ کر رہی تھی۔ اس نے اولیور کے لیے تقریروں اور ملاقات کے کئی مواقع نکالے۔ ایک اسپتال میں، ایک بڑی درس گاہ میں، عورتوں کے ایک ادارے میں اور ہر جگہ اولیور نے یہ ثابت کر دیا کہ نہ صرف اس کی شخصیت سحر انگیز ہے بلکہ اس کی باتوں میں بھی جادو ہے۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ اس کے طرف دار ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی پوزیشن روز بروز مستحکم ہو رہی تھی۔ جس دن کوئی انتخابی مہم نہیں ہوتی، اس دن بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے تھے۔ لڑا، اولیور کی قربت میں اپنی زندگی کے بہترین لمحات کے تجربے حاصل کر رہی تھی۔

اولیور اپنے خوب صورت سے کالج میں تنہا ہی رہتا تھا۔

ایک شام اس نے لڑا کو کھانے کی دعوت دی ”تمہیں دیکھ کر حیرت ہوگی کہ میں بہترین کھانے بھی بنا لیتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”مجھے یقین ہے۔“ لڑا مسکرا دی ”کیونکہ روز بروز تمہاری شخصیت کے جوہر کھلتے جا رہے ہیں۔ میں ضرور آؤں گی۔“

اولیور نے اس رات کھانے کا بہت زبردست انتظام کیا تھا۔ لڑا اس کی اس مہارت سے بھی بہت متاثر ہوئی تھی ”واقعی بہت کمال کے آدمی ہو اولیور۔“

ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ابھی تو ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ ہم ابھی مناسب حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں۔“

اولیور کچھ سوچنے لگا۔ اس وقت اس کے چہرے پر اتنی معصومیت چھلکی ہوئی تھی کہ لڑا کا دل چاہا کہ وہ کسی بچے کی طرح اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اسے تسلیاں دے۔

اسی دوران میں ایک باوقار سا آدمی ان کی میز کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک عورت اور دو لڑکیاں بھی تھیں ”او۔ اولیور۔ کیسے ہو تم۔“ اس نے گرم جوشی سے پوچھا۔

اولیور نے بھی کرسی سے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا تھا ”میں ٹھیک ہوں ٹیک۔“ اس نے لڑا کی طرف اشارہ کیا۔ ٹیک نے لڑا سے ہاتھ ملاتے ہوئے عورت اور لڑکیوں کا تعارف کروایا۔ وہ اس کی بیوی اور بیٹیاں تھیں پھر اس نے اولیور سے کہا ”جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے اولیور۔“ ”کوئی بات نہیں۔“ اولیور خوش دلی سے بولا ”یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔“

ٹیک نے کچھ اور اس قسم کی باتیں کیں پھر وہ اپنی بیوی اور بیٹیوں کو لے کر ایک طرف چلا گیا ”کیا بات تھی۔ یہ شخص کس چیز کے لیے افسوس کر رہا تھا۔“ ٹیک کے جانے کے بعد لڑا نے دریافت کیا۔

”کوئی خاص بات نہیں تھی۔“ اولیور نے جواب دیا۔ ڈنر کے بعد لڑا، اولیور کو اپنے اپارٹمنٹ لے آئی۔ وہ مکس کے علاقے میں ایک صاف ستھرے اپارٹمنٹ میں رہا کرتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اولیور سے اس کی انتخابی مہم کے بارے میں کچھ اور بات چیت کی جائے لیکن وہاں پہنچ کر ان دونوں کے درمیان گفتگو نہیں ہو سکی تھی۔ دونوں بہت دیر تک ایک دوسرے کو گہری نگاہوں سے دیکھتے رہے تھے۔ پھر جذبوں کی ایک لہر ان دونوں کو بھگوتی چلی گئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے تھے کہ اس سے زیادہ قربت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

لڑا نے صبح کا ناشتا بہت اہتمام سے تیار کیا تھا۔ وہ بہت مطمئن اور چر سکون دکھائی دے رہی تھی۔ ناشتا بناتے ہوئے وہ گنگنا بھی رہی تھی۔ جبکہ اولیور کی نگاہیں اس کے خدو خال پر جمی ہوئی تھیں۔

”اگلے سینچر کو گرین جھیل پر ایک پکنک پارٹی ہو رہی ہے۔“ لڑا نے اولیور کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا ”اس پکنک میں بہت سے لوگ شریک ہو رہے ہیں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ تم وہاں جا کر ایک تقریر کر ڈالو بلکہ زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ ریڈیو

غریبوں میں رہنے والے قارئین کے زیر سالانہ زبردستی کمی

زبردست کی شرح میں نمایاں تبدیلی کی وجہ سے
جاسوسی ڈائجسٹ سبسکریپشن ڈائجسٹ ماہنامہ پاکیزہ
اور ماہنامہ سرگزشت کے غیر ملکی مستقل خریداروں
کے لیے زیر سالانہ کی رقوم میں نمایاں کمی کر دی گئی ہے

کینیڈا، امریکا، جنوبی امریکا، آسٹریلیا اور
نواحی ممالک کے لیے 50 امریکی ڈالرسالانہ

دنیا کے دیگر ممالک کے لیے زیر سالانہ
صرف 140 امریکی ڈالریا 25 پاؤنڈ اسٹرلنگ

ذاتی بچت اور قومی خدمت کے لیے اب اپنا زیر سالانہ
صرف زبردست میں ارسال کریں۔ دو تین سالوں
کے لیے ڈرافٹ یا منی آرڈر بنا کر غیر ضروری خرچ
اور زحمت سے بچیں۔ اس طرح آپ آئندہ ہونے
والے قیمت یا ڈاک خرچ کے اضافے سے محفوظ رہیں
گے۔ اگلے برسوں میں آج کے زیر سالانہ پر بے ٹکری
اور باقاعدگی سے پہچے حاصل کرتے رہیں گے۔

ڈرافٹ اور ڈالرمنی آرڈر بھیجنے کا پتہ

**Jasoosi
Digest
Publications**

31- RAMZAN CHAMBERS, Dr. BILLIMORIA STREET,
OFF I. I. CHUNDRIGAR ROAD,
KARACHI- 74200 PAKISTAN
PH: (92) (21) 2634444 FAX: (92) (21) 2637960

کھانے کے بعد اولیور اندر کے کمرے سے ایک بوتل
اٹھالایا جس میں سرخ رنگ کا کوئی محلول بھرا ہوا تھا ”یہ
دیکھو۔ دراصل یہی وہ چیز ہے۔ جس کے لیے آج میں نے
تمہیں یہاں بلایا ہے۔“

”کیا ہے یہ؟“ لڑا نے حیرت سے پوچھا۔

”اس مشروب کا نام جوش ہے۔“ اولیور نے بتایا۔
”بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ اس کے چند ہی گھونٹ پورے
وجود میں جوش اور پہچان پیدا کر دیتے ہیں۔ استعمال کرنے والا
بے خود ہو کر رہ جاتا ہے۔“

”اولیور۔ میں تو ویسے ہی بے خود ہوں۔“ لڑا نے کہا
”ہمیں اس مشروب کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کے لیے
پھینک دو اس کو۔ مجھے اس قسم کی چیزوں سے بہت ڈر لگتا
ہے۔ پلیز ضائع کر دو اس کو۔“

”کوئی بات نہیں۔ جو تم کو گی میں وہی کروں گا۔“
اولیور اس بوتل کو لے کر غسل خانے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد
فلش میں پانی بننے کی آواز آئی۔ اس کے بعد اولیور غسل
خانے سے باہر آگیا ”اب تو خوش ہو۔ میں نے ضائع کر دیا اس
کو۔ تم ٹھیک کتنی ہو۔ ہمیں ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں
ہے۔“

لڑا کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہو گئی
تھی۔

دوسری صبح اولیور نے لڑا سے سرگوشی کی ”لڑا۔ میں
نہیں جانتا کہ میں گورنر بن سکوں گا یا نہیں۔ لیکن ایک
کامیاب انٹارنی تو آج بھی ہوں۔ اب یہ بتاؤ کیا تم کسی انٹارنی
کی بیوی بننا پسند کرو گی۔“

لڑا کی آنکھوں میں ستارے دمک اٹھے تھے اولیور نے
وہ سب کچھ کہہ دیا تھا جس کے وہ خواب دیکھ رہی تھی۔

کئی دنوں کے بعد پولیس کو گرین جھیل کے پاس ایک
لڑکی کی لاش ملی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ظاہر کر رہی تھی
کہ اس لڑکی نے جوش نام کی ایک شراب استعمال کی تھی۔
جس کی تیزی اور گرمی کو وہ برداشت نہیں کر سکی اور اس کا
انتقال ہو گیا۔ اس خبر کو پڑھ کر لڑا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ
اس دن اس بلا سے محفوظ رہی تھی۔ اگر وہ مرجاتی تو سب کچھ
ختم ہو جاتا۔ اس کی خوشیاں اس کی محبت اور ابھی وہ زندہ
تھی۔ خوشیاں حاصل کرنے کے لیے اور محبت حاصل کرنے
کے لیے۔

اس چھوٹے سے شہر میں لڑا اور اولیور کی ہونے والی
شادی کی خبریں بہت تیزی سے پھیل گئیں۔ دونوں ہی اپنی

اپنی جگہ بہت سحر انگیز تھی۔ شادی کی یہ تقریب پچھل چرچ میں ہونے والی تھی۔ لڑا نے اس یادگار موقع کے لیے بہت خوب صورت دلہن کے لباس کا آرڈر دیا تھا۔ اولیور نے بھی اپنے طور پر پوری تیاریاں کر لی تھیں۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ اس نے اتنے قیمتی سوٹ کا آرڈر دیا ہے کہ اس علاقے میں بہت کم لوگوں نے ایسا سوٹ دیکھا ہوگا۔

سارے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ اولیور یہی بتانے کے لیے لڑا کے پاس آیا تھا۔ ان کی شادی میں اب صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا ”میں اب بالکل مطمئن ہو کر پیرس جا رہا ہوں۔“ اس نے لڑا سے کہا ”کیونکہ سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔“

”پیرس!“ لڑا چونک گئی ”کیوں پیرس کیوں جا رہے ہو۔“

”ایک بہت ضروری میٹنگ ہے۔“ اولیور نے بتایا ”لیکن میں زیادہ سے زیادہ تین چار دنوں میں واپس آ جاؤں گا۔ میں یہاں رک نہیں سکتا۔ اگلے ہفتے ہماری شادی جو ہے۔“

”جماز والوں سے کہنا کہ تمہیں بہ حفاظت لے جائیں اور واپس لے آئیں۔“ لڑا کی آواز میں پیار بھرا ہوا تھا۔ ”ہاں میری جان۔ میں جس طرح جا رہا ہوں، اسی طرح واپس بھی آ جاؤں گا۔“

دوسرے دن لڑا نے اخبار میں پھر ستاروں کا کالم دیکھا۔ اس میں لکھا تھا کہ برج اسد والوں کو کسی پریشانی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے منصوبوں میں کوئی تبدیلی نہ کریں۔ لڑا نے صرف ایک لمحے کے لیے ان باتوں پر غور کیا پھر سب کو اس کہہ کر اپنے سر کو جھٹک دیا۔

اتوار کا دن بھی گزر گیا۔ سوموار بھی اولیور کی کسی خبر کے بغیر گزر گیا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پیرس جاتے ہی لڑا کو فون کرے گا لیکن لڑا کو اس کا کوئی فون موصول نہیں ہوا۔ اس نے اولیور کے دفتر سے معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ بھی کچھ نہیں بتا سکے تھے۔ لڑا کی بے چینی بڑھنے لگی تھی۔ کیا بات ہو گئی تھی۔ اولیور نے اس سے رابطہ کیوں نہیں کیا پھر بدھ کی رات اس کے فون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ریسیور اٹھالیا ”اولیور۔“ اس نے آہستہ سے پکارا۔

”کیا مس لڑا بول رہی ہیں؟“ دوسری طرف سے کسی مرد کی انجان سی آواز آئی۔

”ہاں۔ میں لڑا ہوں لیکن آپ کون ہیں؟“

”میں سنڈے جرنل کا نمائندہ ہوں۔“ دوسری طرف سے بتایا گیا ”میں اس خبر کے بارے میں آپ کا روزہ عمل معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”کس خبر کے بارے میں۔“ لڑا کے دل کی دھڑکنیں اور بھی بڑھ گئی تھیں۔

”کیا آپ کو نہیں معلوم کہ پیرس میں مسٹر اولیور اور سینٹر ڈیوس کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے۔“

لڑا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل اچانک ڈوب گیا ہو۔ ساری دھڑکنیں ایک ساتھ رک گئی تھیں۔ وہ جو کچھ سن رہی تھی اس کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ ایک بار پھر تنہا ہو گئی تھی۔ پہلے اس کا باپ اسے چھوڑ گیا تھا اور اب اس کا محبوب۔ آخر کیوں اس کا تصور کیا تھا۔ اس کی محبت میں کچھ کمی رہ گئی تھی۔ دوسری طرف اخباری رپورٹر کی ہیلو کی آوازیں آتی رہیں لیکن لڑا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

اس کے بعد اخباری بیانات، خبریں، افواہیں، تبصرے۔ اولیور ایک مشہور آدمی تھا اور اس کا ہونے والا سر ڈیوس اس سے زیادہ مشہور اور با اختیار تھا۔ اولیور کی شادی لڑا سے ہونے والی تھی۔ سب کچھ طے پا چکا تھا اور اب اچانک اس کی شادی سینٹر ڈیوس کی بیٹی سے ہو رہی تھی۔ اس حوالے سے لڑا بھی خبروں کی زینت بن گئی تھی۔ اخبار والے، جاننے والے، دفتر کے لوگ اس سے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

وہ صرف اتنا کہہ کر رہ جاتی ”بس۔ میں ان دونوں کے لیے نیک خواہشات کا اظہار ہی کر سکتی ہوں۔“

سب کچھ ہو جانے کے باوجود اسے نہ جانے کیوں اولیور کے فون کا انتظار تھا۔ شاید یہ سب غلط ہو پھر ایک رات اولیور کا فون آ ہی گیا۔ لڑا اس کی آواز سن کر ساکت رہ گئی تھی۔

”سنو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ اولیور نے کہا۔ ”پہلے یہ بتاؤ، کیا یہ خبریں صحیح ہیں؟“ لڑا نے پوچھا۔ ”ہاں لڑا۔“

”تو پھر کہنے کے لیے اب کچھ نہیں رہا۔“ اولیور دوسری طرف سے کچھ بولتا رہ گیا۔ وہ شاید اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا تھا۔ حقائق بتانا چاہتا تھا لیکن لڑا نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ دوسرے دن جب وہ دفتر میں تھی تو اس کی سیکریٹری نے بتایا ”لڑا۔ تمہارے لیے ایک فون ہے۔“

”لیکن میں کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی۔“ لڑا نے کہا۔

”یہ فون سینٹر ڈیوس کا ہے۔“ سیکریٹری نے بتایا۔
لڑا حیران رہ گئی تھی۔ ڈیوس، اولیور کا ہونے والا سر اس سے کیوں بات کرنا چاہتا تھا۔ بہر حال اس کا فون اسے سننا پڑا تھا ”مس لڑا۔“ ڈیوس کی آواز آئی ”ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“
”دیکھیں مسٹر ڈیوس۔ میں۔۔۔“

”پلیز۔ میں اپنی گاڑی بھیج رہا ہوں۔ تم اپنے دفتر سے نیچے آ جاؤ۔“

لڑا انکار نہیں کر سکی۔ وہ یہ جاننا بھی چاہتی تھی کہ ڈیوس اس سے کیوں ملنا چاہتا تھا۔ وہ اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکی تھی۔ وہ ایک با اثر اور دولت مند شخص تھا۔ اس سے وابستہ بہت سی کہانیاں تھیں اور ان کہانیوں میں اپنی بیٹی کے حوالے سے ایک اور کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ڈیوس اپنی شاندار گاڑی میں لڑا کے دفتر کے نیچے موجود تھا۔ ایک باوردی شو فر نے لڑا کے لیے دروازہ کھولا۔ لڑا ڈیوس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ اس عمر میں بھی ایک وجہ اور باوقار انسان تھا۔ جس کی گفتگو کا انداز بھی بہت مہذب اور پُر اثر تھا ”مس لڑا۔ بات یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر تم سے مل کر تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔“ اس نے کہا ”کسی کے لیے بھی یہ بات بہت تکلیف دہ ہو سکتی ہے کہ جس سے اس کی شادی چند دنوں کے بعد ہونے والی ہو“ اس کی شادی کسی اور سے ہو جائے۔“

”ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے سینئر۔“ لڑا پُر اعتماد لہجے میں بولی ”جس کے ساتھ جو ہونے والا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور میں ان دونوں کے لیے نیک خواہشات رکھتی ہوں اور میں بارہا اس جذبے کا اظہار بھی کر چکی ہوں۔“
”ہاں۔ تم واقعی ایک حیرت انگیز لڑکی ہو۔ بہت سی خوبیاں ہیں تم میں۔“

”اور مجھے بھی اس بات کا احساس ہے کہ اولیور ایک اچھا اور غیر معمولی انسان ہے۔“ لڑا نے کہا ”اس نے اگر آپ کی بیٹی کا انتخاب کیا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ اس لیے میں دونوں کے لیے بہت نیک اچھے جذبات رکھتی ہوں۔“

”بہت بہت شکریہ تمہارا۔“ ڈیوس نے تعریفی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا ”وہی تو پیرس میں ان کی کورٹ میرج ہو جائے گی لیکن میری بیٹی یہ چاہتی ہے کہ اس کی چرچ

میں باقاعدہ شادی بھی ہو۔ تم میرا مطلب تو سمجھ رہی ہونا۔ یعنی یہ تقریب اسی چرچ میں ہوگی جہاں۔۔۔“
لڑا سمجھ گئی تھی۔ اس کے دل پر جیسے کسی نے گھونا رسید کر دیا تھا پھر بھی اس نے اپنے آپ کو مضطرب نہ کیا۔ کوئی بات نہیں۔ میری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی جو کسی کو پریشان کر سکے۔“

”میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“
دو ہفتوں کے بعد چیمپل چرچ میں شادی کی یہ پُر وقار تقریب منعقد ہو گئی۔

اولیور نے بہت خوب صورت سوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ بہت دلکش اور باوقار دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی ہونے والی بیوی جان ڈیوس بھی بہت شاندار تھی۔ معزز مہمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ سب کے سب پادری کا خطبہ سننے میں مصروف تھے۔ اسی وقت لڑا چرچ میں داخل ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ سب کے سب کسی واقعے کے منتظر تھے۔ شاید اس کی آمد وہاں کوئی گل کھلانے والی تھی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ لڑا کچھ دیر رک کر واپس چلی گئی تھی۔

اس رات لڑا نے اپنی ڈائری میں لکھا ”پیری ڈائری!“
میں آج ایک شادی کی تقریب دیکھ کر آ رہی ہوں۔ بہت خوب صورت تقریب تھی۔ دلہا دلہن بہت خوب صورت لگ رہے تھے اور میں ان دونوں کو دیکھ کر یہ سوچ رہی تھی کہ کاش دنیا میں یا تو میرا وجود نہ ہوتا یا پھر وہ دن نہ آیا ہوتا۔“



سینیٹر ڈیوس ایک ارب پتی انسان تھا۔ انتہائی دولت مند اور انتہائی با اختیار۔ وہ مسلسل پانچویں بار سینیٹر منتخب ہوا تھا۔ نہ جانے کتنی فیکٹریاں، پیٹرولیم کمپنیاں اور شاندار گھوڑوں کے شاندار اصطبل اس کی طاقت میں اضافے کا سبب بنے تھے۔ اس کی بیوی مریجکی تھی۔ صرف ایک بیٹی تھی جان۔ جو شعلہ جوالہ کی طرح تھی اور جس کا حسن کسی کو بھی خاستر کر سکتا تھا۔ جان نے بہت ہی ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔

سینیٹر ڈیوس کی ملاقات اولیور سے ایک کام کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ ڈیوس کو کسی قانونی مشورے کی ضرورت تھی۔ جبکہ اولیور اس شہر کا اٹارنی تھا۔ ڈیوس نے پہلی نگاہ میں اولیور کو پسند کر لیا تھا۔ اولیور ایک ذہین، شاندار اور اُمیدوں سے بھرپور انسان تھا۔ اگر اس کی صحیح رہنمائی ہوتی تو اس کا مستقبل شاندار ہو سکتا تھا۔

کریں گے اور جب ہم تمہارے ساتھ ہیں تو پھر تمہارے بارے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

”اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو پھر شاید ایسا ہی ہوگا۔“
”شاید نہیں یقیناً۔“ ڈیوس نے کہا ”اور یہ تو صرف ابتدا ہے۔ تمہیں آگے چل کر امریکا کا صدر بننا ہے۔“

”کیا!“ اولیور ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ وہ جو کچھ سن رہا تھا وہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

”میں ایسے معاملات میں غلط بیانی نہیں کیا کرتا ہوں اولیور۔“ ڈیوس کا لہجہ سنجیدہ تھا ”جو میں نے کہہ دیا بس کہہ دیا۔ تم اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرلو۔ میں ابھی واشنگٹن جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپسی کے بعد تمہاری انتخابی مہم شروع کر دی جائے گی۔“

پھر اولیور کی انتخابی مہم زور شور سے شروع ہو گئی۔ ٹیک کی حکمت عملی اور ڈیوس کی دولت اس سلسلے میں کام آ رہی تھی۔ اولیور اب میڈیا پر چھایا ہوا تھا۔ اخبارات اور رسائل اس کی تصویروں اور انٹرویوز سے بھرے ہوئے تھے۔ ریڈیو پر اس کی تقریریں نشر ہوتی ہیں اور ٹی وی پر اس کا چہرہ اپنی اہمیت کا احساس دلا رہا ہوتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے مقبولیت حاصل کرنی شروع کر دی تھی۔

”اس شخص میں واقعی جادو کرنے کی صلاحیت ہے سینئر۔“ ٹیک نے ڈیوس کو بتایا ”اس نے مقبولیت کے پانچ پوائنٹس اتنی جلدی حاصل کر لیے ہیں۔ موجودہ گورنر سے وہ صرف دس پوائنٹس پیچھے ہے اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد دونوں ایک دوسرے کے برابر بھی آجائیں گے۔“

”ایسا ہی ہوگا۔“ ڈیوس مسکرایا ”صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ یہ الیکشن جیتنے والا ہے۔ اسے اب کوئی نہیں روک سکتا۔“

دو چار دنوں کے بعد ڈیوس نے جان سے دریافت کیا ”ہاں۔ اب بتاؤ۔ اولیور سے تمہاری دوستی کیسی چل رہی ہے۔ کیا تم دونوں نے ایک دوسرے کو شادی کے لیے تجویز کیا۔“

”ابھی تک تو نہیں لیکن بہت جلد ہونے والا ہے۔“ جان نے بتایا ”ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آچکے ہیں۔ وہ ایک مقناطیسی شخصیت کا حامل انسان ہے ڈیڈ۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے میرے لیے زندگی کے سفر کے لیے ایک ایسے آدمی کا انتخاب کیا۔“

”میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے گورنر بننے سے پہلے تم دونوں کی شادی ہو جائے۔“ ڈیوس نے بتایا ”شادی شدا

اولیور کے جانے کے بعد ڈیوس نے فون کر کے ٹیک کو اولیور کے بارے میں بتا دیا۔ ٹیک ایک ایسا آدمی تھا جو سیاست کے بارے میں دوسروں سے کہیں زیادہ جانتا تھا۔ اس کے والدین ایک حادثے میں انتقال کر گئے تھے۔ اس گاڑی میں ٹیک بھی موجود تھا لیکن وہ بچ گیا۔ البتہ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ ڈیوس کو ٹیک پر بہت اعتماد تھا ”ٹیک۔ میں نے مستقبل کا گورنر تلاش کر لیا ہے۔“ ڈیوس نے بتایا۔

”اچھا۔ کون ہے وہ؟“ ٹیک نے دلچسپی سے پوچھا۔
”اولیور۔“ ڈیوس نے بتایا ”تم بھی اس کو جانتے ہو گے۔ ہمارے شہر کا اٹارنی۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کی ہمیں تلاش تھی۔“
”بہت خوب۔ تو چلو اس کے لیے کام شروع کر دیتے ہیں۔“

ڈیوس نے اپنی بیٹی جان سے اولیور کا ذکر کیا ”جان۔ اس شخص میں آگے بڑھنے کی بے انتہا صلاحیتیں ہیں۔ وہ بہت بڑا آدمی بننے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے قریب ہو جاؤ۔“

”ڈیڈ۔ میں اسے جانتی ہوں۔“ جان نے کہا ”لڑکیوں کے معاملے میں اس کی شہرت اچھی نہیں ہے۔“
”کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آج رات میں نے اسے کھانے پر بلایا ہے۔“

ڈنر کے دوران میں جان اور اولیور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے تھے۔ جان اس سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ اولیور کی شخصیت میں واقعی بہت کشش تھی۔

دوسری صبح اولیور ڈیوس کے دفتر میں موجود تھا۔ ڈیوس نے اسے بلایا تھا۔

”اولیور۔“ ڈیوس نے گہری نگاہوں سے اولیور کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ”اس ریاست کا گورنر بننے کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟“

”کیا کہہ رہے ہیں آپ!“ اولیور حیران رہ گیا تھا ”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہیں ہے۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں اور ٹیک اس بارے میں یہ سوچ چکے ہیں۔ ہمارے درمیان گفتگو ہو چکی ہے۔ اگلے سال الیکشن ہونے والے ہیں۔ ہمارے پاس ابھی بہت وقت ہے۔ اس دوران میں ہم تمہاری مہم بھرپور انداز سے چلا سکتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو پہچان لو۔ سب کچھ ہم

میرے پاس۔

”بہت بہت شکریہ سر۔ بہت بہت شکریہ“ اولیور اس کے دفتر سے باہر آگیا۔

اور یہی وہ موقع تھا جب اولیور اپنی ناقص انتخابی مہم کو نئے سرے سے چلانے کے لیے لڑا کی ایجنسی جا پہنچا تھا۔ جہاں لڑا سے اس کی ملاقات ہوئی اور اس نے محسوس کیا کہ لڑا نہ صرف بہت خوب صورت ہے بلکہ بہت ذہین اور خوب صورت بھی ہے۔ وہ کسی کا ساتھ دینا چاہے تو اس کے لیے سب کچھ کر سکتی ہے۔ وہ ایسی لڑکی ہے جس پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ لڑا نے پوری ذہانت اور خلوص کے ساتھ اولیور کی انتخابی مہم کا آغاز کیا پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے گئے۔ بالآخر ان کی شادی کا اعلان بھی ہو گیا۔

یہ سب کچھ ڈیوس کے علم میں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گھوڑا ایک بار پھر سرپٹ دوڑنے لگا ہے اور وہ گھوڑا اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ وہ کسی اور کا ہونے والا ہے لیکن ڈیوس کے لیے ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس نے ٹیک کے سامنے جان کو فون کیا جو پیرس میں تھی ”جان۔ کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ اولیور لڑا نام کی کسی لڑکی سے شادی کرنے جا رہا ہے۔“

”ہاں ڈیڈ۔ میں یہ خبر سن چکی ہوں۔“

”لیکن شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ہو گا کہ وہ اس لڑکی کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ اس کا کوئی جذباتی یا ذہنی تعلق نہیں ہے۔“ ڈیوس نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے ڈیڈ۔“

”بالکل یہی بات ہے۔ اس نے تمہاری طرف سے مایوس ہو کر یہ قدم اٹھایا ہے۔ وہ ایک ٹوٹے ہوئے دل کا انسان ہے۔ وہ آج بھی تم سے پہلے جیسی محبت کرتا ہے۔ اس کی نگاہیں آج بھی تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں۔ تم صرف یہ بتا دو کہ کیا تم اب بھی اس سے محبت کرتی ہو۔“

”ہاں ڈیڈ۔ میں اسے بھلا نہیں سکی ہوں لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس کی تو شادی کی تاریخ بھی طے ہو چکی ہے۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ میدان ابھی بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ تم بس اپنے آپ کو مضبوط رکھو۔ میں یہ بازی تمہارے حق میں کر سکتا ہوں۔“

ڈیوس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ وہ ٹیک کی طرف مسکرا کر دیکھ رہا تھا ”یہ تم نے کیسی باتیں کی ہیں جان سے۔“ ٹیک نے پوچھا ”تم کون سا کھیل کھیل رہے ہو۔“

”میں چلانے میں اور بھی آسانی ہو جائے گی۔“ لیکن اس کے دوسرے ہی دن جو کچھ ہوا وہ بہت حیرت انگیز تھا۔ ”جان۔“

”میں پیرس جا رہی ہوں ڈیڈ۔“ جان نے بتایا ”جس شہر میں اولیور جیسا آدمی موجود ہے ہو میں وہاں نہیں رہ سکتی۔“

”آخر کیوں۔ بات کیا ہوئی۔“

”اس نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے ڈیڈ۔“ جان نے کہا ”اس نے کل رات میری ایک دوست کے ساتھ گزاری ہے اور وہ دوست اس بات پر بہت خوش ہے کہ اس کی اولیور جیسے آدمی سے دوستی ہو گئی ہے۔ وہ دھوکے باز ہے ڈیڈ۔ اسی لیے میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ اگر یہاں رہی تو میرا بلڈ پریشر بڑھتا رہے گا۔“

ڈیوس اسے روک نہیں سکا تھا اور وہ دوسری صبح پیرس کے لیے روانہ ہو گئی۔ اسی دن ڈیوس نے اولیور کو اپنے دفتر میں طلب کر لیا تھا ”میں نہیں جانتا تھا کہ تم اس قسم کی حرکت بھی کر سکتے ہو۔“ اس نے کہا ”تم نے جان کو ذہنی صدمہ پہنچایا ہے۔“

”سر مجھے بہت افسوس ہے۔“ اولیور نے اپنی گردن جھکائی ”بات یہ تھی کہ اس لڑکی نے مجھے شراب پلا دی تھی۔ اس کے بعد۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ ڈیوس دھیمے لہجے میں بولا ”کیونکہ تم بھی ایک انسان ہو اور انسان ہی غلطیاں بھی کرتا ہے۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔“

”بہت بہت شکریہ سر کہ آپ نے یہ بات محسوس کر لی۔“

”ہاں لیکن اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ تم گورنر شپ کے لیے موزوں نہیں ہو۔ ہم تمہاری انتخابی مہم سے دست بردار ہو رہے ہیں۔“

”کیا! اولیور کے سر پر ایک پہاڑ آگرا تھا۔ اچانک اسے اپنے خواب بکھرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے ”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اتنی سی بات کے لیے۔“

”یہ بات اتنی سی نہیں ہے۔ بہر حال میں نے اور ٹیک نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ ویسے میں اب تم سے ہمدردی کر سکتا ہوں اور تمہارے مستقبل کے لیے نیک خواہشات ہیں

”یہ سیاست کا کھیل ہے۔“ ڈیوس کی مسکراہٹ اور گہری ہونٹنی تھی ”ویسے میں نے صرف اتنا کیا ہے کہ ایک تصویر کے مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر نئے سرے سے تصویر بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

اسی دوسرے کو اولیور ڈیوس کے دفتر میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

”معاف کرنا کہ میں نے تمہیں بے وقت بلا لیا۔“ ڈیوس نے کہا ”لیکن چونکہ تم میری کمپنی کے لیٹل ایڈوائزر ہو اس لیے مجھے تمہاری ضرورت پڑ گئی تھی۔ میرا ایک قانونی معاملہ پیرس میں الجھ گیا ہے۔ اسے حل کرنے کے لیے تمہیں پیرس جانا ہوگا۔“

”اوہ۔“ اولیور نے ایک گہری سانس لی ”مجھے کب جانا ہوگا۔“

”آج شام کو۔“ ڈیوس نے کہا ”میرا طیارہ ائرپورٹ پر تیار کھڑا ہے۔ تم اس کے ذریعے پیرس جاؤ گے اور دو چار دنوں میں اپنا کام کر کے واپس آ جاؤ گے۔“

اولیور نے جھجکتے ہوئے ڈیوس کی طرف دیکھا ”آپ تو جانتے ہیں کہ اگلے ہفتے میری شادی ہونے والی ہے۔“

”ہاں۔ یہ میں جانتا ہوں۔ اسی لیے میں تم سے کام کے لیے کہہ رہا ہوں۔“ ڈیوس نے کہا ”زندہ رہنے کے لیے کام کرنا بہت ضروری ہے۔ میں تمہیں بتاؤں۔ اس دنیا میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ یعنی دولت اور طاقت۔ یعنی اقتدار۔ دولت بہت بڑی چیز ہے لیکن اس میں وقار اور دبدبہ نہیں ہے۔ وہ کسی طوائف کے پاس بھی ہو سکتی ہے۔ اصل چیز ہے اقتدار۔ اس کا نشہ ہی الگ ہوتا ہے۔ آدمی ایک اشارے پر عوام کو خوشیاں بھی دے سکتا ہے اور انہیں پریشانیوں میں بھی مبتلا کر سکتا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نہ صرف گورنر بن سکتے ہو بلکہ اس ملک کے صدر بھی ہو سکتے ہو۔ تو میری یہ بات آج بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے آپ کو پہچان لو۔“

اولیور ایک سٹائے کے عالم میں اس کی باتیں سنتا رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر خوابوں کے درمیان سفر کر رہا تھا۔

”جان پیرس کے رنر ہوٹل میں ہے۔“ ڈیوس نے اپنی بات آگے بڑھائی ”بہر حال تم روانہ ہو جاؤ۔ میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔ پیرس میں ہونے والی میٹنگ کے بارے میں تمہیں فیکس کے ذریعے آگاہ کر دیا جائے گا اور ہاں میں نے تمہارے لیے رنر میں کمرہ ایک کروا دیا ہے۔“

طیارے میں سفر کے دوران میں اولیور کا ذہن مختلف

خیالات کی آماجگاہ بنا رہا تھا۔ حالات اسے پھر کسی اور بہت لے جا رہے تھے۔ ڈیوس کی باتیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں ”سنہرے خواب دکھاتی ہوئی باتیں۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ ڈیوس نے اپنی بیٹی کے لیے اس کے گرد پھر جال بن دیا ہے لیکن وہ لڑا سے بے وفائی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت اچھی لڑکی تھی۔“

پیرس ائرپورٹ پر ایک شاندار گاڑی مع ایک عدد شو فر کے اس کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ شو فر نے بتایا کہ اسے رنر ہوٹل جانا ہے۔ اس کا دل چاہا کہ وہ کہیں اور جانے کے لیے کہہ دے۔ کسی اور ہوٹل کی طرف لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا اور گاڑی رنر ہوٹل پہنچ گئی۔ بہر حال اب فرار سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ لڑا سے مل کر اس سے معذرت ہی کر سکتا تھا۔ اس نے ہوٹل کی لابی سے جان کو فون کیا۔ وہ اپنے سوٹ میں بھی ”جان۔ میں اولیور بول رہا ہوں۔ میں اس وقت پیرس میں ہوں اور تمہارے ہوٹل کی لابی میں موجود ہوں۔“

”ہاں میں جانتی ہوں۔“ لڑا نے کہا ”میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم میرے پاس آ سکتے ہو۔“

جان دروازے ہی پر اولیور کا انتظار کر رہی تھی۔ اولیور اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ بہت خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جان کو لڑا کے بارے میں بتا دینا چاہا۔ اس سے معذرت کرنی چاہی لیکن اس کے ذہن میں ڈیوس کے الفاظ گونجنے لگے۔ جو یہ کہہ رہا تھا کہ اقتدار بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ اس کا ایک الگ نشہ ہوتا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ اولیور کا مستقبل بہت روشن ہے۔ وہ ایک دن امریکا صدر بھی بن سکتا ہے۔

”کیا سوچنے لگے؟“ جان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ ”کچھ نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے تمہیں مایوس کر کے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ جبکہ میں ابھی بھی تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا! جان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ”یہ اب کیسے ہو سکتا ہے۔ اب تو وقت ہی نہیں رہا۔“

”نہیں۔ ابھی بھی بہت وقت ہے۔ میں لڑا کو سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ ہاں جان میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

پندرہ منٹ کے بعد جان فون پر اپنے باپ ڈیوس کو بتا رہی تھی ”ڈیڈ۔ اولیور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ ڈیوس نے اس کھلاڑی کے لہجے میں کہا جس کو ہمیشہ اپنی فتح کا یقین رہا ہو ”اور میں نے

تھی۔ اس نے کمرے میں اندھیرا کر رکھا تھا۔ ٹی وی کی لائٹ روشن اور پر چھائی کا ایک اُداس سا تاثر پیش کر رہی تھی پھر اس نے ٹی وی بند کر دیا۔ اب سننے سنانے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

○☆○

ڈیوس اپنے خاص آدمی ٹیک کے ساتھ اپنے گھوڑوں کے فارم میں بیٹھا تھا۔

اس کا فارم پوری ریاست میں سب سے بہتر تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے پاس انتہائی شاندار گھوڑے تھے اس وقت اس کی نگاہیں ایک خوب صورت گھوڑی پر مرکوز تھیں ”ٹیک مجھے افسوس ہے کہ میں یہ گھوڑی ہنری چیمبر کو نہیں دے سکتا۔“

”وہ کیوں ڈیوس؟“

”وہ اس لیے کہ اس کا سودا ہو چکا ہے۔“ ڈیوس نے بتایا۔

ٹیک نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ اسی وقت موبائل فون جاگ اٹھا۔ اس نے دوسری طرف کی بات سن کر ڈیوس کی طرف دیکھا ”ڈیوس۔ لڑا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔“

”لڑا۔“ ڈیوس کچھ الجھ سا گیا تھا ”آخر کیوں۔“

”ہیلو مس لڑا۔“ ڈیوس نے کہا ”خیریت تو ہے۔“

”مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ لڑا کی آواز آئی ”کیا آپ مجھے کچھ وقت دے سکتے ہیں۔“

میں دو گھنٹوں کے بعد واشنگٹن جا رہا ہوں۔“ ڈیوس نے کہا ”وہاں سے واپسی میں تم سے ملاقات ہو سکتی ہے۔“

”نہیں سر۔ یہ بہت ضروری ہے۔ میں صرف پانچ منٹ لوں گی۔ آپ اس وقت جہاں بھی ہیں مجھے بتادیں میں پہنچ جاؤں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ تم آ جاؤ۔ میں اپنے فارم پر ہوں۔“ ڈیوس نے موبائل بند کر دیا تھا۔

”یہ لڑا تم سے کیوں ملنا چاہتی ہے۔“ ٹیک نے پوچھا۔

”موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔“ ڈیوس نے کہا ”ایسے موقعوں پر اس قسم کی لڑکیاں ایک ہی قسم کی کہانیاں

سناتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ میرے وجود میں کوئی اور بھی پرورش پارہا ہے۔ یعنی لڑا آ کر یہ کہے گی کہ وہ اولیور کے بچے کی ماں

بننے والی ہے۔ لہذا اسے اتنی رقم دی جائے کہ وہ اپنے بچے کی پرورش کر سکے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسے پہلے کہہ دینا

چاہیے تھا۔ بہر حال میں اس کو رقم دینے کے لیے تیار ہوں۔“

تمہارے فون سے پہلے ہی ساری سہولتیں انتظام کر لیے ہیں۔ پیرس کا میئر میرا دوست ہے۔ تم دونوں اس کے پاس چلے جاؤ۔ وہ میرا بھتیجا ہے۔ تم دونوں کی باقاعدہ شادی واپس آؤ گے تو پچھیل چرچ میں تم دونوں کی باقاعدہ شادی ہو جائے گی۔ چلو اب ریسیور اولیور کو دو۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”جناب۔“ اولیور نے ریسیور لینے کے بعد کہا ”میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا۔“

”تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ڈیوس جلدی سے بولا ”تم نے اپنی زندگی کا سب سے عقل مندانہ فیصلہ کیا ہے۔ اب تمہارے لیے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور جب تم دونوں پیرس سے واپس آؤ گے تو پچھیل چرچ میں تمہاری شادی کی شاندار تقریب ہوگی۔“

”پچھیل چرچ میں۔“ اولیور ذرا سی دیر کے لیے کانپ گیا تھا ”جناب۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میری اور لڑا کی۔“

”میں سب جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے خاص طور پر اسی چرچ میں اہتمام کیا ہے تاکہ تم حالات کا بہادری سے مقابلہ کرنا سیکھو۔ گڈ لک۔“

اولیور پھر کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ تیسرے ہی دن پیرس کے میئر کے دفتر میں اولیور اور جان کی شادی ہو گئی تھی۔

شادی کے بعد بھی اولیور کو لڑا کا خیال آتا رہا تھا۔ آخر کیوں۔ اس نے اس بے چاری کو دھوکا کیوں دیا۔ لڑا نے تو اس کا کچھ

نہیں بگاڑا تھا۔ اس کے برعکس اس نے اولیور کی مدد کی تھی۔ اسے اپنی محبت دی تھی اور اولیور نے اس غریب تنہا لڑکی کو

اتنا بڑا دھوکا دے دیا تھا۔ وہ سوچتا کہ وہ لڑا کو فون کر کے اس سے معافی مانگ لے لیکن ریسیور اٹھاتے ہی اس کی ہمت

جواب دے جاتی۔ وہ اپنے آپ میں لڑا کا سامنا کرنے کی اخلاقی جرات ہی نہیں پاتا تھا پھر اس نے لڑا کو فون کرنے کا

ارادہ ہی ترک کر دیا۔ جو ہو چکا، وہ ہو چکا۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔

اولیور اور جان کے میگنٹن واپسی کے ساتھ ہی اولیور کی انتہائی مہم زور و شور سے شروع ہو گئی۔ اب اس کا طاقت

ور سسر ڈیوس اس کی پشت پر تھا اور اولیور کی مقبولیت کا گراف بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اسی دوران میں پچھیل چرچ میں

اولیور اور جان کی شادی کی تقریب بھی منعقد ہو گئی تھی۔ الیکشن والے دن پورے شہر اور پوری ریاست میں گہما

گہمی تھی۔ لڑا اپنے فلیٹ میں تنہا ٹی وی کے سامنے بیٹھی

ایک اپنے ہونٹ سکیڑ کر رہ گیا۔ ڈیوس کی بات درست ہی معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ لڑا کے ڈیوس سے ملنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

آدمے گھٹنے کے اندر لڑا، ڈیوس کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اسے فارم کے گیٹ سے ایک باوردی مسلح محافظ اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح سیدھے سادے کپڑوں میں ملبوس تھی۔

”تمہیں دیکھ کر خوشی ہوئی لڑا۔“ ڈیوس نے کہا ”ہٹاؤ۔ میں تمہارے کس کام آسکتا ہوں۔“

”اس وقت آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں جناب۔“

”ہاں۔ ہاں کہو، کیا بات ہے۔“ ڈیوس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

”میں ہنری جیمبر سے ملنا چاہتی ہوں۔“ لڑا نے کہا ”آپ سے اس کے قریبی تعلقات ہیں۔ آپ اس سے میرا تعارف کرا دیں گے تو مجھے آسانی ہو جائے گی۔“

”بس یہی کام ہے۔“ ڈیوس الجھ کر رہ گیا تھا۔

”جی جناب۔ بس یہی کام ہے۔“ لڑا نے گردن ہلائی۔

”لیکن ہنری آج کل یہاں نہیں ہے۔ وہ فینکس میں ہے۔“ ڈیوس نے بتایا۔

”میں جانتی ہوں اور کل صبح میں بھی فینکس جا رہی ہوں۔ وہاں میری جان پہچان کا کوئی بھی نہیں ہے۔ جبکہ ہنری جیمبر وہیں موجود ہے۔ آپ اسے فون کر کے میرے بارے میں کہہ دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔“

”ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔“ ڈیوس جلدی سے بولا ”میں ابھی اس سے بات کر لیتا ہوں۔“ اس نے فون پر ہنری سے

رابطہ کیا ”ہاں ہنری۔ میں ڈیوس بول رہا ہوں۔ سب سے پہلے تو تم اس گھوڑی کے بارے میں سن لو جس پر تمہاری نگاہ

تھی، اس کا سودا ہو چکا ہے۔ ہاں بھئی مجھے خود افسوس ہے۔

خیر، کوئی اور سہی۔۔۔ اور ہاں۔ تم سے ایک بہت ضروری کام

ہے۔ میری ایک جاننے والی کل فینکس پہنچ رہی ہے۔ وہ بالکل تنہا ہوگی۔ وہاں کسی سے اس کی جان پہچان نہیں ہے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کا ساتھ دو۔ اس کی مدد کرو۔ ہاں۔

تم خود اس سے مل لینا۔ بہت معقول اور بہت اچھی لڑکی

ہے۔“ پھر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے ریسیور

رکھ دیا تھا۔

”بہت بہت شکریہ مسٹر ڈیوس۔“ لڑا نے کہا۔

”کوئی اور کام تو نہیں تھا۔“ ڈیوس نے پھر پوچھا۔

”نہیں۔ کوئی اور کام نہیں ہے۔ میں آپ کے تعاون

کے لیے ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“ لڑا کے جانے کے بعد ڈیوس بہت دیر تک الجھا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لڑا ہنری سے کیوں ملنا چاہتی ہے۔ ہنری اس کے کس کام آسکتا ہے۔

لڑا کے لیے یہ زندگی ایک بھیانک خواب کی طرح ہو گئی تھی۔ اولیور کی بے وفائی نے اس کے دل کو چور چور کر کے رکھ دیا تھا لیکن اس نے انتہائی مبرا اور ضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔

کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ اندر سے کتنی ٹوٹ گئی ہے۔ کتنی تنہا ہو گئی ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں دو مردوں سے

پیار کیا اور دونوں نے اسے دھوکا دیا تھا۔ ایک اس کا باپ

اور ایک اولیور۔ اب اسے اولیور سے اس بے وفائی کا انتقام

لینا تھا لیکن کس طرح۔ اولیور کی پشت پر ڈیوس جیسا بااثر اور

طاقت ور انسان تھا اسی لیے وہ براہ راست اس کے خلاف

کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ ہاں صرف ایک طریقہ ہو سکتا تھا کہ وہ

اولیور سے کہیں زیادہ طاقت ور اور دولت مند ہو جائے لیکن

سوال پھر وہی تھا کہ یہ سب کس طرح ہو سکتا تھا۔

اولیور گورنر بن گیا تھا۔ حلف برداری کی باوقار تقریب

گورنر ہاؤس کے کشادہ لان میں منعقد ہوئی تھی۔ جہاں

عمائدین شہر بھی موجود تھے۔ اس وقت جان بھی اپنے شوہر

کے پاس ہی کھڑی غور اور فخر کے ساتھ اسے حلف لیتے ہوئے

دیکھ رہی تھی۔ اس کے کانوں میں اپنے باپ کے الفاظ گونج

رہے تھے۔ اولیور کو ایک دن اس ملک کا صدر بننا ہے۔ جان

یہ سوچ رہی تھی کہ جب وہ دن آئے گا تو اس دن خاتون اول

بن کر اس کے احساسات کیا ہوں گے۔

حلف برداری کی تقریب کے بعد ڈیوس اور اولیور گورنر

ہاؤس کی لائبریری میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اولیور اس

وقت بہت رُجوش اور خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بہت

بڑا معرکہ سر کر لیا تھا۔ وہ اس ریاست کا سب سے اہم انسان

تھا۔

”کسی عہدے یا کامیابی کو حاصل کر لینا کوئی اتنی بڑی

بات نہیں ہے۔“ ڈیوس اسے سمجھا رہا تھا ”بلکہ اسے کامیابی

کے ساتھ قائم رکھنا اصل بات ہے اور اس کے لیے تمہیں

ان لوگوں کو مناسب انداز سے برتنا ہو گا جو اس ریاست کے

اہم اور طاقت ور لوگ ہیں۔ یہ لوگ جوڑ توڑ کے ماہر ہیں اسی

لیے نہ تو ان کو کھلی چھوٹ دو اور نہ ہی دباؤ کے ذریعے

انہیں توڑنے کی کوشش کرو بلکہ انہیں اپنے حق میں جھکانے

کی کوشش کرو۔“

”میں آپ ہی کے مشوروں پر عمل کرنے کی کوشش

ہاں۔ یہ بہت بڑا ہے لیکن میں کوئی ایسا پوشیدہ مقام بھی چاہتا ہوں جہاں رات کے وقت لوگوں سے ملاقات کر سکوں۔" اولیور نے کہا "اور جہاں کسی قسم کی مداخلت وغیرہ نہ ہو۔"

"میں سمجھ گیا۔" ٹیک نے الجھے ہوئے انداز میں گردن ہلا دی "میں ایسا کوئی اپارٹمنٹ تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

اولیور کے دفتر سے نکلتے ہی ٹیک نے فون کر کے ڈیوس کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا "اب بتاؤ" میں کیا کروں۔ وہ ایک اپارٹمنٹ کے چکر میں ہے جس کا علم کسی کو نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسا اس نے کہا ہے تم ویسا ہی کرو۔"

ڈیوس نے کہا "بلکہ انڈین ہلز کے قریب اسے کوئی جگہ دلوا دو۔"

"لیکن ڈیوس۔ یہ تو کچھ عجیب سی بات ہے۔ وہ آخر چاہتا کیا ہے۔"

"پلیز ٹیک۔ وہی کرو جو تم سے کہا گیا ہے۔ میں ابھی حالات سنبھالنے کے لیے زندہ ہوں۔"



ہنری چیمبر پچاس پچپن برس کی عمر کا ایک دولت مند اور طاقت ور انسان تھا۔

پہلے اس کی رہائش کننگی میں تھی لیکن اب وہ فینکس جا کر آباد ہو گیا تھا۔ اس کی دولت گھوڑوں کے فارم اور تمباکو کی وجہ سے تھی اور اس کی طاقت فینکس اشار کی وجہ سے تھی۔ جو اس علاقے کا سب سے بااثر اخبار تھا۔ ہنری چیمبر اس اخبار کا مالک تھا۔ اس اخبار نے ایک بار ایک امریکی صدر کی مخالفت کی تھی۔ جس کے نتیجے میں اس صدر کو صدارت سے ہاتھ دھونا پڑ گیا تھا۔ اسی لیے وہ اتنا طاقت ور تھا اور گزشتہ دنوں اس نے تیسری بیوی بے سیکا کو طلاق دے دی تھی۔

لڑا کے لیے اس میں دلچسپی کی یہی دو باتیں تھیں۔ ایک اخبار کا مالک ہونا اور بیوی کو طلاق دے کر تنہا رہ جانا۔ لڑا دو ہفتوں تک اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی تھی پھر کسی نتیجے پر پہنچ کر اس نے اپنی زندگی کا ایک اہم قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے ایجنسی کی نوکری بھی چھوڑ دی تھی۔ ایجنسی والے اس کے اس طرح جانے سے بہت اداس ہو رہے تھے لیکن لڑا کے لیے اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔

فینکس کے اسکائی ہاربر رپورٹ پر لڑا نے اپنی عادت

کروں گا جناب۔" اولیور نے سعادت مندی سے کہا۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" ڈیوس نے اپنے بریف کیس سے کچھ کاغذات نکال کر اولیور کی طرف بڑھا دیے "یہ اپنے نوٹوں کے ناموں کی فہرست ہے جن کو تم اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہو۔ اس فہرست کو بہت سنبھال کر رکھنا۔ اس کی بہت حفاظت کرنا۔ یہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔"

"میں اسے اپنے لاکر میں رکھ لوں گا۔"

"ہاں۔ جان سے تمہارے تعلقات کیسے چل رہے ہیں۔" ڈیوس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"بہت خوش گو اور جناب۔ ہم دونوں میاں بیوی بہت خوش ہیں۔" اولیور نے بتایا۔

"ہونا بھی چاہیے کیونکہ جان کی خوشی میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔" ڈیوس نے کہا۔ یہ ایک طرح کی دھمکی بھی تھی "اب یہ بتاؤ کہ تم نے ٹیک کو کیسا آدمی پایا۔"

"بہت بہتر اور کام کا آدمی ہے جناب۔" اولیور نے تعریف کی "وہ شخص یہاں کی سیاست کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔"

"بہت خوب۔ تم نے اس کے بارے میں بالکل درست اندازہ لگایا ہے۔ وہ واقعی ایسا ہی آدمی ہے اس لیے میں تمہاری معاونت کے لیے اسے چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم اس سے کام لے سکتے ہو۔"

"کیا آپ کہیں جارہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں واشنگٹن جا رہا ہوں۔" ڈیوس نے بتایا "اگر وہاں کے لیے کوئی کام ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں جناب۔ سب ٹھیک ہے۔ شکریہ آپ کا۔"

ڈیوس کی روانگی کے دوسرے دن اولیور نے ٹیک کو اپنے دفتر طلب کر لیا۔ وہ اس وقت چرچ سے واپس آیا تھا "تم نے مجھے بلایا تھا اولیور۔" ٹیک نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔" اولیور نے کہا "لیکن اس کا علم کسی اور کو نہ ہو۔ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں اسی لیے مجھے یہ توقع ہے کہ یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔"

"بتاؤ اولیور کیا کام ہے؟"

"مجھے ایک اپارٹمنٹ کی ضرورت ہے۔" اولیور نے بتایا "کسی ایسے مقام پر جہاں میں آزادی سے آجاسکوں۔"

"کیا گورنر ہاؤس تمہارے لیے کافی نہیں ہے۔" ٹیک نے حیرت سے پوچھا۔

جایا کرتا۔ وہ بہت تیزی سے لڑا کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ ایک دن اس نے لڑا سے محبت کا اظہار بھی کر دیا لیکن لڑا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بہت سلیقے اور منصوبہ بندی سے اس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ اسے فی الحال ایسی کوئی جلدی نہیں تھی۔

ایک دن ہنری نے اسے اپنے اخبار کے دفتر آنے کی دعوت دے دی۔ لڑا کا اصل مقصد یہی تھا۔ وہ طاقت کے مرکز تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے کام کی ابتدا وہیں سے ہو سکتی تھی لیکن دفتر جا کر لڑا کو احساس ہوا کہ ان دنوں فینکس اشار کی حالت صحیح نہیں تھی۔ وہ پہلے جیسا بااثر اور طاقت ور نہیں رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہنری نے توجہ دینی کم کر دی تھی۔ اس کے اور بھی مشاغل تھے اور بھی کاروبار تھے۔ بہر حال وہ اخبار کا دفتر تھا اور وہاں سے ایک اچھی ابتدا کی جاسکتی تھی۔

اور لڑا کی زندگی کا وہ اہم موڑ ایک خوب صورت اٹالین رستوران میں ڈنر کے درمیان سامنے آگیا۔ وہ اور ہنری ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ موسم اور موڑ دونوں بہت خوش گوار تھے۔ اٹالین کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو نے لڑا کو مسحور کر رکھا تھا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے ہنری سے دریافت کیا ”ایک بات تو بتاؤ۔ تم کن کن کی چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئے۔“

”میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں۔“ ہنری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ”وہاں میری صحت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹروں کا یہ خیال تھا کہ میرے پیٹ پر تباہ ہو رہے ہیں اور اگر میں زندہ رہنا چاہتا ہوں تو مجھے اس ریاست کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ جانا ہو گا جہاں کی آب و ہوا میرے لیے مناسب ہو۔ اس لحاظ سے ایری زونا بہت بہتر جگہ تھی۔ اس لیے یہاں آگیا اور اب یہیں کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ میری صحت بھی اب ٹھیک ہے اور زندگی کو انجوائے بھی کر سکتا ہوں۔ جس طرح اب کر رہا ہوں تمہارے ساتھ۔ یہ اور بات ہے کہ عمر کے لحاظ سے ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔“

”کوئی فرق نہیں ہے۔“ لڑا مسکرا دی ”عمر کا احساس سوچنے سے ہوتا ہے۔“

”ایک بات کہوں۔ کیا تم اس رفاقت کو طویل کر سکتی ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟“

لڑا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے کانوں میں اولیور کے الفاظ گونج رہے تھے۔ جو کہہ رہا تھا کہ میں اس بات کا وعدہ تو نہیں کرتا کہ مجھ سے شادی کے بعد تم کسی گورنر

کے مطابق مختلف اخبارات میں ستاروں کی چال کے حوالے سے اس دن کا حال دیکھا۔ فینکس اشار میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ فوئیکس گزٹ نے بھی زیادہ خوش نہیں کیا۔ البتہ ایری زونا ری پبلک میں لکھا تھا ”پیو والوں کے لیے ایک اچھی خبر یہ ہے کہ آج کا دن رومانی لحاظ سے بہت خوش گوار ہو گا اور وہ اپنے بہتر مستقبل کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہوشیاری سے منصوبہ بندی کی گئی ہو۔“

لڑا کے ہونٹوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ وہ ہوشیاری سے منصوبہ بندی ہی کرنے یہاں آئی تھی۔ رپورٹ کے باہر ہنری کا شو فر ایک شاندار سی گاڑی کے ساتھ اس کا منتظر تھا۔ لڑا کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ خود ہنری اس کو لینے آئے گا۔ بہر حال اسے ہنری کی طرف سے رات کے ڈنر کی دعوت تھی۔ لڑا کے خیال میں یہ ایک اچھی ابتدا تھی۔ ہنری کے شو فر نے اسے ایک مناسب ہوٹل تک پہنچا دیا تھا۔

ڈنر پر وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہنری ایک باوقار اور نرم لہجے میں گفتگو کرنے والا شخص ثابت ہوا تھا ”ہاں تو مس لڑا۔ فینکس آنے کا سبب کیا ہے؟“ اس نے دریافت کیا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ رہنے کے لیے بہت اچھی جگہ ہے۔“ لڑا نے کہا۔

”تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔ یہ واقعی بہت اچھی جگہ ہے۔ یہاں سب کچھ ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہاری ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ سب سے پہلے تو تمہیں قیام کے لیے کوئی جگہ درکار ہوگی۔ اس کے بعد دوسرے معاملات سوچے جائیں گے۔“

”جی ہاں۔“ لڑا نے گردن ہلا دی ”آہستہ آہستہ ہی میں یہاں کے حالات میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر سکوں گی۔“ وہ سوچ رہی تھی کہ اس کے پاس صرف اتنی ہی رقم ہے کہ دو مہینوں تک گزارا ہو سکے۔ اس کے بعد جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔

لڑا نے ہنری کو بہت متاثر کیا تھا۔ اس نے حسن اور ذہانت کا ایسا امتزاج بہت ہی کم دیکھا تھا۔ لڑا ہر موضوع پر بہت خوب صورت باتیں کر سکتی تھی۔ اس کا مطالعہ شاندار تھا۔ اس کی شخصیت دل فریب تھی۔ ہنری نے اسے پورا شہر دکھا دیا تھا۔ دونوں ساتھ ساتھ گھومتے رہتے۔ ٹھیٹر پارک، رستوران، شاپنگ سینٹر۔ ہنری ہر جگہ اسے اپنے ساتھ لے

یونین کی ہے۔ یونین والوں کا خیال ہے کہ اگر انہیں مشینیں آگئیں تو بہت سے روزگار ہو جائیں گے۔ یونین کا صدر جوریلے ہماری راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

”آخر وہ لوگ کتنے کیا ہیں؟“

”وہی پرانی باتیں۔ معاذ خدا بھلا چاہئے مستقبل کی ضمانت دی جائے۔ کام کے اوقات کم کیے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ جوریلے بہت بد معاش آدمی ہے۔ جب تک یہ موجود ہے، اخبار کے حالات سدھر نہیں سکتے۔“

”ٹھیک ہے تو پھر میں جوریلے سے میٹنگ کرنا ضرور پسند کروں گی۔ پلیز۔ آپ اس سے میری ملاقات کا انتظام کروادیں۔“

جوریلے ایک اکھڑ مزاج اور اکھڑ صورت کا انسان تھا۔ وہ اپنی طرف سے بہت نرم لہجے میں بولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی آواز درشت محسوس ہو رہی تھی۔ لڑا اور جوریلے کی ملاقات لڑا کے دفتر میں ہو رہی تھی۔ لڑا بہت گہری نگاہوں سے جوریلے کا جائزہ لیتی رہی تھی۔

”ہاں تو مسز ہنری۔ میری کیا ضرورت پڑ گئی؟“ جوریلے نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں تم سے اخبار کی صورت حال پر بات کرنا چاہتی ہوں۔“ لڑا نے کہا ”سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ میں یونین اور ورکروں سے بے پناہ ہمدردی محسوس کر رہی ہوں۔ اس کے باوجود مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اگر سارے مطالبات مان لیے گئے تو اخبار پر بہت دباؤ پڑ جائے گا اور اس دباؤ کو کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ جدید مشینوں سے کام لیا جائے۔“

”ہرگز نہیں مسز ہنری۔ جدید مشینوں کا مطلب ہے بہت سے ورکرز کی بے روزگاری اور یونین کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گی۔ اب اگلے ہفتے تک یا تو ہمارے مطالبات مان لیے جائیں یا پھر یونین ہڑتال کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔“ اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ لڑا اس کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس شام جب اس نے ہنری کو صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے لڑا کو سمجھانے کی کوشش کی ”آخر تمہیں ان معاملات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ یونین وغیرہ کے معاملات تمہارے بس کا روگ نہیں ہیں۔ انہیں کوئی مردہی اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔“

اس وقت اس نے اپنا سینہ تھام لیا۔ اس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہونے لگی تھی۔ وہ بہت دشواری سے سانس

کی بیوی بن جاؤ گی لیکن اتنا ضرور ہے کہ تمہیں بہت پیار اور سکون ملے گا اور اب وہ الفاظ فضا میں تحلیل ہو چکے تھے۔ خود اولیور اس کی نگاہوں سے او جھل ہو گیا تھا۔ اب یہ دوسرا آدمی تھا جو اس سے شادی کی درخواست کر رہا تھا۔ عمر کے لحاظ سے لڑا سے بہت بڑا لیکن وہ اس کے لیے ایک زینہ بن سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اپنا ہاتھ ہنری کے ہاتھ پر رکھ دیا ”ہاں۔ میں تیار ہوں۔“

اور دو ہفتوں کے بعد ان دونوں کی شادی ہو گئی تھی۔ ان کی شادی کی خبر جب سینٹر ڈپوس نے پڑھی تو وہ بہت دیر تک سوچتا رہ گیا۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ کیا لڑا اسی لیے ہنری سے ملنا چاہتی تھی! اگر یہ بات صرف اتنی ہی تھی کہ اس نے ہنری سے شادی کر لی تھی تو پھر کوئی بات نہیں تھی لیکن کیا واقعی صرف اتنا ہی معاملہ تھا! ڈپوس الجھتا چلا گیا تھا۔

شادی کے بعد ہنری اور لڑا پیرس کی سیر کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہی پیرس جہاں کچھ دنوں پہلے اولیور اور جان گھوم رہے تھے۔ ہو ٹلنگ کر رہے تھے۔ شاپنگ کر رہے ہوں گے اور اولیور جان کو اپنی محبت کا یقین دلایا ہو گا۔ جس طرح اس نے لڑا کو یقین دلایا تھا۔ جھوٹی محبت جھوٹا یقین لیکن اب اسے اپنے جھوٹ کی سزا بھی برداشت کرنی ہو گی۔

فینکس واپس آکر لڑا نے ہنری سے کہا ”ہنری۔ میں تمہارے اخبار کو سنبھالنا چاہتی ہوں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اس میں کام کروں۔“

”آخر کیوں؟ تمہیں کس چیز کی کمی ہے۔“

”بات کمی کی نہیں ہے، اپنی صلاحیتوں کے اظہار کی ہے اور جب ایک موقع حاصل ہے تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔“

ہنری نے اسے اجازت دے دی۔ وہ لڑا سے بہت محبت کرنے لگا تھا۔

اخبار کا کام سنبھالتے ہی لڑا کو احساس ہوا کہ اس اخبار کی راہ میں بے شمار دشواریاں تھیں۔ سب سے پہلے اور اہم پریشانی یہ تھی کہ اخبار چلانے کے لیے مناسب فنڈ نہیں تھا۔ دوسرے اخبارات جدید مشینوں پر تیز رفتاری سے کام کر رہے تھے جبکہ یہ اخبار پرانی مشینوں سے کام چلا رہا تھا۔ دوسری دشواری کا علم اسے اخبار کے اٹارنی کریگ سے مل کر ہوا۔

”میں یہ کہتا ہوں مسز ہنری کہ اس اخبار کی راہ میں بہت دشواریاں ہیں۔“ کریگ نے کہا ”سب سے بڑی دشواری تو

لے رہا تھا۔

”کیا ہو گیا۔ خیریت ہے۔“ لڑانے پوچھا۔

”وہی تکلیف۔“ اس نے مشکل سے جواب دیا۔
”ڈاکٹروں کا تہہ سکتا ہے کہ مجھے سانس لینے کے لیے آکسیجن اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔“

”ہاں۔ تمہارے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں۔“ لڑانے کہا ”اگر تم کہو تو تمہاری دیکھ بھال کے لیے کسی نرس کو رکھ لوں۔“
”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بس ڈاکٹر سے بات کر لو۔“

لڑانے فون پر ڈاکٹر کو ہنری کی تکلیف کے بارے میں سب کچھ بتاتے ہوئے کہا ”ڈاکٹر۔ ایسی صورت میں ہنری کو کیا کرنا چاہیے۔“
”صرف آرام۔“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

اپنی طبیعت کی خرابی کو دیکھتے ہوئے ہنری نے لڑا کو اخبار کے معاملات سنبھالنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس وقت لڑا کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔



اخبار کے بورڈ کی ہنگامی میٹنگ طلب کر لی گئی تھی۔ لڑانے اس میٹنگ میں ایک خوب صورت چال چلنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یونین کا صدر جوریلے اور لڑا کی سیکریٹری ایپی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ایپی اکثر جوریلے کے ساتھ باہر جایا کرتی ہے۔

میٹنگ میں سارے ڈائریکٹرز موجود تھے اور وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہنری کی نئی بیوی کس طرح ان معاملات کو حل کرنے میں کامیابی حاصل کرتی ہے۔ میٹنگ شروع ہوتے ہی اس نے ایپی سے کہا ”ایپی میٹنگ کے دوران میں تم اس کمرے میں رہو گی۔“

”ہیں۔“ ایپی الجھ گئی تھی ”مادام۔ میں شارٹ ہینڈ نہیں جانتی۔ اس کام کے لیے کیتھرین بہت مناسب رہے گی۔“
”پورے نوٹس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف خاص خاص باتیں لکھتی رہنا۔“

ایپی دیوار کے پاس رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میٹنگ کی کارروائی کا آغاز ہو گیا۔ یونین کی دھمکی ان کے پیش نظر تھی۔ یونین نے مطالبات نہ ماننے کی صورت میں ہڑتال کی دھمکی دے دی تھی اور سب کے سب اس حق میں تھے کہ یونین کے مطالبات کسی صورت تسلیم نہ کیے جائیں۔

”آخر کیوں؟“ لڑانے پوچھا۔

”وہ اس لیے کہ ایسے مطالبات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔“ ایک ڈائریکٹر نے کہا ”آج چند مطالبات تسلیم کر لیں تو کل ایک نئی فہرست آجائے گی۔“

”اور آپ کی کیا رائے ہے جناب؟“ لڑانے دو ڈائریکٹر سے پوچھا۔

”میری بھی یہی رائے ہے۔“ دوسرے نے جواب دیا۔
”ان لوگوں نے ہڑتال کی دھمکی دی ہے تو کرنے دیں ہڑتال۔ ہڑتال ہم برداشت کر لیں گے وہ نہیں کر سکتے۔“

”لیکن میں آپ لوگوں کی رائے سے اتفاق نہیں کرتی۔“ لڑانے کہا ”میں یہ سمجھتی ہوں کہ جوریلے ایک کھرا انسان ہے اور وہ مزدوروں کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسی اخبار کو چلانے کے ورکرز سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔“

”کمال ہے مسز ہنری۔ آپ جوریلے کی طرف داری کر رہی ہیں۔“

”میں کسی کی طرف داری نہیں کر رہی بلکہ حقائق بیان کر رہی ہوں۔“ لڑانے کہا ”بہر حال آپ لوگ مطالبات کو تسلیم نہ کرنے کے حق میں ہیں۔ تو یہ بات نوٹ کر لی جاتی ہے اور آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں بعد میں بتایا جائے گا۔“

میٹنگ ختم ہو گئی۔ بورڈ کے ڈائریکٹر حضرات حیران ہو کر چلے گئے تھے۔ لڑا اپنے کمرے میں آگئی۔ اب کس کا انتظار تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جوریلے نے فون پر اس سے رابطہ قائم کر لیا تھا ”میں تمہارا شکر گزار ہوں مسز ہنری کہ تم نے ورکرز یونین اور میرے حق میں باتیں کیں۔“
”تمہیں کسے معلوم۔ وہ تو ہماری خفیہ میٹنگ تھی۔“

”اس کی فکر مت کرو مسز ہنری۔ میرے کچھ مہربان تمہارے درمیان بھی موجود ہیں۔“ جوریلے نے ہنستے ہوئے کہا۔

لڑا مسکرا دی۔ وہ جانتی تھی کہ جوریلے کا مہربان کون ہو سکتا ہے۔ اس کی چال کامیاب رہی تھی۔ جوریلے اس سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی ایسی جگہ جہاں کوئی نہ دیکھ سکے۔ جو کچھ فاصلے پر ہو۔ لڑانے اسے دور کے ایک ریسٹوران کا نام بتا دیا تھا۔

گولڈن کپ نام کے اس ریسٹوران میں جوریلے پہلے سے لڑا کا انتظار کر رہا تھا۔ دونوں کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر لڑانے کام کی گفتگو شروع کر دی ”تمہیں اگر سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تو پھر یہ بات بھی تمہارے علم میں

ہوئی کہ میں نے بورڈ والوں کو تمہاری طرف سے قائل کرنے کی کوشش کی تھی۔“
”ہاں۔ مجھے معلوم ہے اور اس بات پر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی۔“

”اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ میں یونین کی طاقت سے واقف ہوں۔“ لڑا نے کہا ”جبکہ بورڈ والوں نے تمہیں سنجیدگی سے نہیں لیا ہے۔ وہ مذاق سمجھ رہے ہیں۔ یونین کا ایگزیکٹو جسے دن ختم ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تم لوگ خاموشی سے ہڑتال پر چلے جاؤ گے۔ کیوں یہی ہو گا۔“

”ہاں۔ اگر ہمارے مطالبات نہیں مانے گئے تو یہی ہو گا۔“

”بس۔ یہی تو بے وقوفی ہے۔“ لڑا نے کہا ”یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی کہ تم لوگ اپنی طاقت اور اہمیت کا احساس دلانے بغیر مزدوروں کی طرح طویل ہڑتال پر چلے جاؤ۔“
”تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے مسز ہنری۔“ جوریلے نے پوچھا۔

”اب جو کچھ میں کہنے والی ہوں، اسے اپنے آپ تک رکھنا۔ کسی کو پتا نہ چلے۔ تو پھر میں تمہیں مشورہ دوں گی۔“
”ہاں۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا۔“

”تو تم لوگ خاموشی سے ہڑتال پر مت جاؤ بلکہ کچھ توڑ پھوڑ کر جاؤ لیکن ایسا نشان جس کو ایک دو دن میں ٹھیک کیا جاسکے۔ اس طرح ان کو تمہاری اہمیت کا احساس ہو جائے گا۔ وہ یہ جان لیں گے کہ وہ تمہارے بغیر کام نہیں چلا سکتے۔ تم ان کو جب جی چاہے معذور کر سکتے ہو۔“

”تم واقعی بہت زبردست عورت ہو مسز ہنری۔“
جوریلے نے اس کی تعریف کی۔

”جئے کی رات ٹھیک بارہ بجے توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جوریلے نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کردی تھی کہ وہ زیادہ نقصان نہ پہنچائیں۔ توڑ پھوڑ کو ایک حد تک محدود رکھیں۔ لیکن لوگ اس کے مشورے پر عمل نہیں کر سکے۔ انہیں اپنی طاقت کے اظہار کا موقع مل رہا تھا۔ انہوں نے دفتر میں تباہی مچا دی۔ کئی مشینیں جلا دی گئیں۔ فرنیچر توڑ دیے گئے اور جس وقت ان کا جوش اپنے عروج پر تھا، اس وقت چاروں طرف سے ان پر روشنی کی بوچھاڑ ہونے لگی۔“

وہ سب رک گئے۔ ہر طرف ٹی ٹی کے کیرے والے موجود تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے اخبارات کے فوٹو گرافر تھے۔ پولیس والے تھے۔ آگ بجھانے کا عملہ تھا۔ وہ سب

کے سب اس توڑ پھوڑ کے گواہ تھے۔ جوریلے کا ذہن کھوم کر رہ گیا تھا۔ یہ لوگ اتنی جلدی کس طرح آگئے۔ انہیں کیسے خبر مل گئی تھی پھر اس کا دھیان لڑا کی طرف چلا گیا۔ خدا کی پناہ، یہ سب اس کی سازش تھی۔ اس مکار عورت نے جوریلے اور پوری یونین کو اپنے پھیلانے ہوئے جال میں الجھا لیا تھا۔ اب اس یونین سے کوئی ہمدردی نہیں کر سکتا تھا۔ سب اس بات کے گواہ تھے کہ یونین تشدد پر اتر آئی تھی۔ لوگوں کی بھی ہمدردیاں ایسی یونین کے ساتھ نہیں ہوتیں جو اپنا حق قانونی طور پر حاصل کرنے کے بجائے مار دھاڑ کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

لڑا نے سب کچھ کنٹرول میں کر لیا۔ دوسرے دور کر بھرتی کر لیے گئے۔ اس یونین پر پابندی لگ گئی تھی۔ لوگوں کی بڑی تعداد فیکس اشار کی حامی ہو گئی تھی۔ اس اخبار کی اشاعت پہلے ہی ہفتے میں بیس فی صد بڑھ گئی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جو لڑا نے کر دکھایا تھا۔ اخبار کی اشاعت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ہنری اب اس پر مکمل بھروسہ کرنے لگا تھا۔ لڑا اس کے دوسرے کاروبار میں بھی دخل ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اخبار والے حادثے کے ٹھیک دو برس بعد ہنری کی طبیعت اچانک خراب ہوئی اور اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اس کا سب کچھ صرف لڑا کا تھا۔ اس کی طاقت اس کی دولت سب لڑا کے پاس آگئی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد قانونی مشیر کرئیک نے لڑا سے دریافت کیا ”ہاں۔ اب کیا ارادہ ہے تمہارا۔ میرا مطلب ہے کہ اخبار کا کاروبار۔“

”اسے اور بھی ترقی دینا ہے مسٹر کرئیک اور صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں کوئی اور اخبار بھی خریدنا ہے۔ یہ معلوم کریں کہ کس جگہ کون سا اخبار فروخت ہونے کی پوزیشن میں آگیا ہے۔“

کرئیک نے حیرت سے لڑا کی طرف دیکھا لیکن جواب دینے کے بجائے وہ لڑا کی ہدایت پر عمل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تین چار دنوں کے بعد اس نے اطلاع دی۔ اورنگان میں دو اخبارات نکلتے ہیں۔ ایک سن اور دوسرا کرائیکل۔ سن کی حالت نازک ہے۔ پچھلے پانچ برسوں سے اس کی اشاعت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ جبکہ کرائیکل مضبوط پوزیشن میں ہے۔“

”تم نے سن والوں سے بات کی مسٹر کرئیک۔“
”ہاں۔ وہ اپنے اخبار کا پانچ ملین مانگ رہے ہیں جو بہت زیادہ ہے۔“

اشاعت پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ الناس کی موجودہ آمدنی میں بھی اچھی خاصی کمی ہو گئی تھی۔ دوسرا تیسرا دن بھی اسی طرح کا ثابت ہوا۔ اشاعت میں کمی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ لوگ مذاق اڑا رہے تھے۔ دبی زبان میں سرگوشیاں کر رہے تھے پھر آٹھ ہفتوں کے بعد اخبار کی اشاعت میں کمی کا سلسلہ رک گیا۔

نویں ہفتے میں اشاعت میں تیس فی صد اضافہ ہو گیا تھا۔ لوگ اس کی پالیسی میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ پندرہویں ہفتے میں اس کی اشاعت کرائیکل کے برابر آگئی۔ اشتہارات بھی اتنے ملنے لگے کہ شائع کرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ سترہویں ہفتے کرائیکل کا مالک لڑا کے دفتر میں داخل ہوا۔ وہ بہت نڈھال دکھائی دے رہا تھا ”مسز ہنری۔ میں اپنا اخبار آپ کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

لڑا کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ اس نے ایک اور جنگ جیت لی تھی۔ کرائیکل کی خریداری کا معاہدہ ہوتے ہی اس نے سن کے اسٹاف کو حکم دیا ”کل سے اخبار کی قیمت وہی ہوگی جو پہلے تھی۔ اشتہارات کے معاوضے دگنے کر دیے جائیں اور ورلڈ ٹور کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔“

ایک ہفتے کے بعد اس نے کریگ سے کہا ”ڈیٹرائٹ میں ایوننگ اشار نام کا ایک اخبار فروخت ہو رہا ہے وہ اخبار ایک ٹیلی ویژن اسٹیشن بھی چلاتا ہے۔ فوری طور پر اس کی خرید کا معاہدہ کیا جائے۔“

”لیکن ہمیں تو ٹی وی اسٹیشن چلانے کا کوئی تجربہ نہیں ہے مسز ہنری۔“ کریگ نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ لڑا مسکرا دی ”وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ جس طرح اس نے مجھے سکھا دیا ہے۔“



اولیور کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اقتدار کی طاقت کیا ہوتی ہے۔

وہ اپنے اقتدار کے ایک ایک لمحے کا لطف اٹھا رہا تھا۔ کانفرنس، تقریبات، انٹرویوز، معزز اور اہم لوگوں سے ملاقاتیں، پوری ریاست پر اثر انداز ہونے والے فیصلے۔ یہ سب اسے خواب کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ ایسا خواب جس کی تعبیر بھی خوب صورت اور شاندار تھی۔

دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اب اس کی گورنری کی مدت کا صرف ایک سال رہ گیا تھا لیکن یہ ایک سال بھی بہت تھا۔ اس کے کچھ فیصلے

”کوئی بات نہیں۔ میں کل ادیریکان جا رہی ہوں۔ یہ سودا مکمل کرنے“ لڑا نے بتایا۔

اخبار میں کا مالک اپنی منہ مانی قیمت وصول کرنے کے بعد بہت خوش دکھائی دیتے رہا تھا۔ لڑا ایک طوفان کی طرح آگے بڑھ رہی تھی اور اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ کرائیکل اخبار کا مالک یہ خبر سن کر لڑا سے ملنے آگیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی طہریہ سی مسکراہٹ تھی ”گویا۔ اب تم میری حریف ہو۔“ اس نے پوچھا۔

”ہاں۔“ لڑا نے اعتماد سے جواب دیا ”اور یہ حریف تمہارے لیے بہت مشکل ثابت ہوگی مسٹر کرائیکل۔“

”میں تمہیں ایک مشورہ دینے آیا ہوں۔“ کرائیکل نے کہا ”مگر تم سے یہ اخبار نہ چلے تو اسے میرے ہاتھ بیچ دینا۔“

”یہی بات میں تم سے کہتی ہوں مسٹر کرائیکل۔ اگر تمہارے اخبار کی اشاعت کم ہونے لگے تو اسے میرے ہاتھ بیچ دینا۔ میں خرید لوں گی۔“

دوسری صبح لڑا نے سن اخبار کے اسٹاف کی ایک میٹنگ طلب کر لی۔ سب کے سب اپنے اخبار کی نئی مالک کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جس کے ذہن میں نہ جانے کیا بات تھی کہ اس نے گھائے کا سودا کر لیا تھا۔

”آج سے اخبار کے سلسلے میں ہماری حکمت عملی بالکل تبدیل ہوگی۔“ لڑا نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”ہم اخبار کی قیمت میں بیس فی صد کمی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اشتہارات کے معاوضے میں تیس فی صد کمی کی جا رہی ہے۔“

”یہ تو بہت عجیب بات ہوگی مسز ہنری۔“ کسی نے اعتراض کیا ”ایک تو ویسے ہی ہمارا اخبار گھائے میں جا رہا ہے، اس پالیسی کے بعد تو ہمیں اور بھی نقصان ہونے لگے گا۔“

”آپ سے جو کہا جا رہا ہے وہی کریں۔ اس کے علاوہ ہر ہفتے قریب اندازی کے ذریعے ہم کسی ایک شخص کو ورلڈ ٹور کا ٹکٹ بھی دیں گے اور اس کی بڑی سی تصویر اخبار میں شائع ہوگی۔“

سب حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لڑا کے فیصلے انتہائی مہنگے ہو سکتے تھے لیکن لڑا کا فیصلہ حتمی معلوم ہوتا تھا۔

دوسرے ہی دن سے اس پالیسی پر عمل شروع ہو گیا۔ اب سب کو یقین ہو گیا تھا کہ جو اخبار سال دو سال کے بعد تباہ ہونے والا تھا، اب اس کی تباہی دو چار مہینوں کی بات رہ گئی تھی۔ خود لڑا بھی اپنے ان فیصلوں سے الجھ گئی تھی۔ اخبار کی

عوام کو اس کے حق میں کر سکتے تھے اور وہ آئندہ مدت کے لیے بھی گورنر منتخب ہو سکتا تھا۔

اس کا سر ڈپوس مینے میں ایک بار ضرور آیا کرتا تھا۔ دونوں سیاست کی باتیں کرتے رہتے اور اولیور اس دوران میں اسے یقین دلانے کی کوشش کرتا رہتا کہ ڈپوس کی بیٹی اولیور کی بیوی بننے کے بعد بہت خوش ہے۔ دونوں کی ازدواجی زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے۔

اس شام بھی ڈپوس اس کے پاس آیا ہوا تھا۔ دونوں طویل خوب صورت برآمدے میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جان ابھی ابھی اٹھ کر گئی تھی ”میری بیٹی بہت خوش معلوم ہوتی ہے۔“ ڈپوس نے اولیور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی جناب۔ میں اپنی طرف سے اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔“ اولیور نیاز مندانہ لہجے میں بولا۔

”بہت خوب۔“ ڈپوس نے گردن ہلا دی ”خوش گوار ازدواجی زندگی ہی انسان کو ترقی دیتی ہے۔ اس کے راستے آسان کرتی ہے۔ جیسے تم ہو۔ تمہیں امریکا کا صدر بننا ہے۔ اس کے لیے ازدواجی سکون بہت ضروری ہے۔“

اولیور کا دل دھڑک اٹھا۔ ڈپوس نے پھر وہی بات چھیڑ دی تھی۔ اسے وہی خواب دکھایا تھا جس خواب کے لیے وہ ابھی تک انتظار کرتا آیا تھا ”کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے جناب؟“ اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔

”کیوں نہیں ہو سکتا۔“ ڈپوس نے کہا ”میں بہت ہی حقیقت پسند انسان ہوں۔ نہ تو خود خواب دیکھتا ہوں اور نہ ہی کسی اور کو خواب دکھانے کا عادی ہوں اور تم تو میرے اپنے ہو۔ میرے داماد میں تمہاری مدد نہیں کروں گا تو اور کس کی مدد کروں گا۔ میں نے تمہارے مستقبل کے لیے واشنگٹن میں کام شروع بھی کر دیا ہے اور ہاں۔ یہ بتاؤ کہ کھیتوں پر جو نئے ٹیکس لگائے جا رہے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔“

”جی جناب۔ یہ بل ابھی منظور ہونے کے لیے میرے پاس آنے والا ہے۔“ اولیور نے بتایا ”اور میں اس کی منظوری دے دوں گا۔“

”نہیں۔ تم اس کی منظوری نہیں دینا بلکہ اسے ویٹو کر دینا۔“ ڈپوس نے کہا۔

”وہ کیوں جناب۔“ اولیور پریشان ہو گیا تھا۔

”دیکھو نا۔ ہمارے دوستوں میں ایسے بہت سے لوگ ہیں۔ جن کے پاس تمہا کو کے کھیت ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں گورنر بنانے کے سلسلے میں تمہاری مدد کی

تھی۔ یہ اچھی بات نہیں ہوگی کہ ان لوگوں کے ساتھ دھوکا کیا جائے اور انہیں مزید ٹیکس کا بوجھ برداشت کرنا پڑے۔ میرا خیال ہے کہ تم سمجھ گئے ہو گے۔ اب میں چلتا ہوں۔ مجھے تمہارے حوالے سے واشنگٹن کے کچھ دوستوں سے رابطہ بھی کرنا ہے۔“

ڈپوس تو چلا گیا تھا لیکن اولیور بڑی طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس نے مشورے کے لیے ٹیک کو طلب کر لیا۔ ٹیک اب اس کے پریس سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا اور وہ ہر لحاظ سے اولیور کے بہت کام آتا رہتا تھا۔

اولیور نے اسے ٹیکس کے بارے میں ساری صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا ”اب بتاؤ۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”مجھے اس صورت حال کا پہلے سے اندازہ تھا۔“ ٹیک نے کہا ”اسی لیے میں نے آج شام چار بجے تمہارے لیے ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا ہے اور یہ ہیں وہ کاغذات تم ان کا مطالعہ کر لو۔ جب تم پریس کانفرنس میں یہی سب باتیں کہو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ صورت حال تمہارے حق میں ثابت ہوگی۔“

اولیور نے ان کاغذات کا مطالعہ کرنے کے بعد اطمینان بھرے انداز میں گردن ہلا دی تھی ”تم واقعی کام کے آدمی ہو ٹیک۔“

اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ اولیور کی سیکریٹری کچھ کاغذات لیے کمرے میں آگئی۔ وہ بیس ایکس برس کی ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ جس کی چال بھی بہت غضب کی تھی۔ اس نے کاغذات اولیور کی میز پر رکھ دیے۔

”یہ لڑکی بھی میرے لیے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے ٹیک۔“ اولیور نے کہا ”میں یہ سوچتا ہوں کہ اس کے بغیر میرے بہت سے کام رک جاتے۔“

”ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے کتنے کام آ رہی ہے۔“ ٹیک معنی خیز انداز میں بولا ”لیکن اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو۔ وہ تمہارا خفیہ اپارٹمنٹ ایسی بہت لڑکیوں کی میزبانی کے فرائض انجام دے چکا ہے۔“

”میں اس کے لیے بھی تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے اس راز کو راز رکھا ہے۔“ اولیور نے کہا۔

ٹیک کے جانے کے بعد اولیور بہت دیر تک اس کمرے میں بیٹھا رہا۔ وہ شام کی پریس کانفرنس کے نوٹ لکھتا رہا تھا۔ پریس کانفرنس کے بعد رات کے وقت وہ ذہنی اور

جسمانی ممکن دور کرنے کے لیے جب باہر جانے لگا تو جان نے اسے روک لیا ”کیا بات ہے اس وقت کہاں جا رہے ہو۔“
”ایک ضروری میٹنگ ہے۔“ اولیور نے بتایا ”ہو سکتا ہے کہ مجھے دیر ہو جائے۔“

”کو شش کرو کہ اس قسم کی میٹنگز دن میں ہو جایا کریں۔“ جان معنی خیز انداز میں بولی۔
اولیور نے شو فر کو ساتھ چلنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ اس رات اپنی دوسری چھوٹی گاڑی لے گیا تھا۔ اس کی سیکرٹری پیپرہ منٹ کے بعد ہی اس کے خفیہ اپارٹمنٹ پر چلی آئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ یہ لڑکی دوسری لڑکیوں سے کہیں زیادہ گرم جوش ثابت ہو رہی تھی۔
”میرا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ واشنگٹن لے جانا چاہتا ہوں۔“ اولیور نے اپنی سیکرٹری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ”تم چلو گی یا میرے ساتھ۔“

”میں تمہارے ساتھ دنیا کے دوسرے کنارے تک بھی جاسکتی ہوں۔“ میرا نے پیار سے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

”یہ لوہ میں تمہارے لیے ایک تحفہ لایا ہوں۔“ اولیور نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ جس میں کوئی مشروب بھرا ہوا تھا ”یہ لوہ اسے پی لو۔“
”کیا ہے اس میں؟“

”ایک ایسی چیز۔ جو زندگی کو اور بھی زیادہ ولولہ انگیز اور پرجوش بنا سکتی ہے۔“ اولیور نے بتایا ”ہو پی لو۔“
میرا نے دو چار گھونٹ لینے کے بعد بوتل ایک طرف رکھ لی تھی ”کچھ عجیب سا ذائقہ ہے اس کا۔“ اس نے بڑا سا منہ بتایا ”بدن میں گرمی محسوس ہو رہی ہے اور۔ اور۔ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔ میں۔ میں۔“ اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

”طعت ہو اس پر۔“ اولیور نے سوچا۔ وہ اب تک نہ جانے کتنی لڑکیوں کو یہ مشروب پلا چکا تھا۔ زیادہ تر نے اس کی شدت برداشت کر لی تھی۔ بہت کم ایسی ہوں گی جو اس مشروب کے استعمال کے بعد لڑھک گئی ہوں گی۔ یہ کم بخت میرا بھی ایسی ہی ثابت ہوئی تھی۔ اولیور نے اس کی بغض دیکھی۔ بغض چل رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر میرا کو طبی امداد مل جاتی تو اس کے زندہ رہنے کے امکانات ہو سکتے تھے لیکن طبی امداد کے لیے وہ کسی کو اپنے فلیٹ میں نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ کام بہت ہی خاموشی سے کرنا تھا۔

اس نے جلدی جلدی میرا کا سامان سمیٹا۔ اپنے فلیٹ

کے کمرے سے اس کی آمد کی تمام نشانیاں مٹا دیں پھر اسے کاندھے پر لا کر اپنے اپارٹمنٹ سے باہر آگیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت دور دور تک سناٹا تھا۔ اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ میرا کو اسی طرح اٹھا کر ایک قریبی پارک تک آیا اور اسے ایک بیچ پر لٹا دیا۔ حالانکہ ایسا کرتے ہوئے اسے افسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا پھر اس نے ایک قریبی بوتھ سے اسپتال والوں کو فون کر دیا تھا۔ ابھی میرا کو طبی امداد مل سکتی تھی اور اولیور کو یقین بھی تھا کہ میرا کسی کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔ وہ اپنی زبان بند رکھے گی۔

اولیور جب واپس پہنچا تو جان اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اولیور اس وقت بہت نڈھال اور پریشان سا دکھائی دے رہا تھا ”تم ابھی تک سوئی نہیں۔“ اس نے جان سے پوچھا۔
”میں تو خیر نہیں سوئی لیکن تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔“ جان نے کہا ”تمہارا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ کیا بہت تھک گئے ہو؟“

”ہاں جان۔ اس میٹنگ نے پریشان کر دیا تھا۔“ اولیور نگاہیں چراتا ہوا بولا ”میں سونے کے لیے جا رہا ہوں۔“
دوسری صبح کے اخبارات میں میرا کے حوالے سے ایک دھماکا خیز خبر تھی ”گورنر کی سیکرٹری میرا ایک پارک میں بے ہوشی کی حالت میں پائی گئی۔ کسی نے فون کر کے اسپتال کو اس کے بارے میں خبر دے دی تھی۔ ڈاکٹر اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ ابھی تک بے ہوش ہے۔“

ٹیک بھی صبح کا اخبار اٹھا کر اس کے پاس آگیا ”اولیور۔ تم نے یہ خبر پڑھ لی۔“ اس نے پوچھا۔
”ہاں۔ پڑھ لی اور میں خود حیران ہوں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔“ اولیور نے کہا۔

”واقعی تمہیں تو حیران ہونا چاہیے۔“ ٹیک نے معنی خیز انداز سے اس کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔
دو بجے کے قریب اسپتال سے کسی ڈاکٹر کا فون آگیا تھا ”گورنر۔ میں آپ سے آپ کی سیکرٹری کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں بتاؤ۔ کیسی طبیعت ہے اس کی۔“
”بدستور نازک ہے جناب۔“ ڈاکٹر نے بتایا ”وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آسکی ہے۔ لیکن ہم نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک تیز اثر مشروب ”جوش“ کے اثرات ہیں۔ شاید کسی نے اسے یہ مشروب پلایا ہے۔ یہ

ایک خطرناک مشروب ہے جناب۔ جو فوری طور پر پہچان میں
جتا کر کے دماغ تک کو متاثر کر دیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ وہ میری سیکریٹری ہے اس لیے میں یہ
چاہتا ہوں کہ اس کے حالات سے باخبر رہوں۔ تم وقتے وقتے
سے اس کے بارے میں رپورٹ دیتے رہنا۔"

وہ ڈاکٹر سے ہات کر کے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ واشنگٹن
سے ڈیوس کا فون آگیا "اولیور۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"
اس نے پوچھا "یہ سب کیا ہے۔"

"میں تو خود حیران ہو رہا ہوں جناب۔" اولیور نے کہا
"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"بہترینی ہے۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ کیا دشواریاں پیش
آسکتی ہیں۔ افواہوں کو گردش کرنے میں زیادہ دیر نہیں
لگتی۔" دوسری طرف سے ریسپورڈ رکھ دیا گیا تھا۔

اولیور اور اس کی سیکریٹری کی یہ خبر لڑا کو نہیں معلوم
ہو سکی تھی۔ وہ اس وقت ایک ٹی وی چینل کا سودا کرنے کے
لیے برازیل گئی ہوئی تھی۔

اولیور بہت دیر تک الجھا رہا تھا۔ اسے یہ توقع نہیں تھی
کہ یہ بات اتنی پھیل جائے گی۔ بہر حال اب اسے اور احتیاط
کرنا تھا۔ اس کی حماقت اسے سیاسی طور پر تباہ بھی کر سکتی
تھی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ٹی وی پر ڈانا ایون کے
آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ ایک انتہائی ذہین، خوب صورت
اور بہادر لڑکی تھی۔ اس وقت کسی بھی چینل پر اس کے معیار
کی رپورٹ نہیں تھی۔ اس کی پیشکش اور رپورٹنگ کا انداز اتنا
خوب صورت ہوتا کہ جو..... ایک بار اسے اسکرین پر دیکھ
لیتا وہ اس کا گرویدہ ہو کر رہ جاتا تھا۔ اولیور ٹی وی اسکرین پر
ان دنوں صرف اسی کو دیکھ رہا تھا اور اسے حیرت ہوا کرتی کہ
ٹی وی والوں نے اتنی خوب صورت لڑکی کو رپورٹنگ کے لیے
سرائیو کے محاذ پر کیوں بھیج دیا ہے۔

○☆○

ڈانا ایون ایک فوجی کی بیٹی تھی۔

اس کا باپ کرنل ایون ایک ایسا آدمی تھا جسے کبھی ایک
جگہ رہنا نصیب نہیں ہوا۔ آج ایک شہر میں تو کبھی دوسرے
شہر میں کبھی فرانس جانا پڑا تو کبھی اٹلی، کبھی جاپان اور وہ جہاں
جاتا، اس کی بیوی اور بچی بھی اس کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ڈانا
کی تعلیم بھی اس طرح مختلف مقامات پر ہوتی رہی۔

اس کی ماں کو بار بار ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے
ہوئے بہت کوفت ہوا کرتی۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ کرنل ایون
کسی جگہ ٹک کر رہ جائے۔ تاکہ وہ اور اس کا گھر ایک جہی

ہوئی زندگی بسر کر سکے۔ البتہ ڈانا اس صورت حال سے بہت
خوش ہوتی تھی۔ اس کے لیے جگہ جگہ گھومنا ایک سنسنی خیز
تجربے کی طرح تھا۔ جب وہ تیرہ برس کی تھی تو کرنل کی کسی
اور جگہ پوسٹنگ ہو گئی۔ اس وقت ڈانا کی ماں نے ڈانا کو اپنے
فیصلے سے آگاہ کر دیا "بس اب بہت ہو چکا۔ اب میں تمہارے
باپ کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اب میں تمہارے باپ سے
طلاق لے رہی ہوں۔"

ڈانا پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی پریشانی ماں باپ کی
علیحدگی کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کی پریشانی کا سبب یہ تھا
کہ اب اسے اپنی ماں کے ساتھ کسی ایک جگہ رہنا تھا۔ ہر
طرف گھومنے پھرنے کا سلسلہ ختم ہونے والا تھا۔

"تو پھر اب ہم لوگ کہاں رہیں گے۔" ڈانا نے پوچھا۔
کیلی فورنیا کے شہر کلیئر ماؤنٹ میں۔ "اس کی ماں نے بتایا
"میں وہیں پیدا ہوئی تھی۔ وہ میرا آبائی شہر ہے۔ چھوٹا سا لیکن
بہت خوب صورت اور تم اسے بہت پسند کرو گی۔"

ڈانا کی ماں کی ایک بات درست ثابت ہوئی۔ کلیئر ماؤنٹ
واقعی ایک خوب صورت شہر تھا لیکن ڈانا کا وہاں دل نہیں
لگ سکا تھا۔ اپنے باپ کے ساتھ اس نے بڑے بڑے شہر
دیکھ رکھے تھے اور اب ایک چھوٹے سے شہر میں مستقل
رہائش اسے پسند نہیں آرہی تھی۔ بہر حال اسی شہر میں اس
کی تعلیم کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ
اسے اسکول کے میگزین کی ایڈیٹر بن گئی۔ یہ کام خاصا پرجوش
تھا لیکن مسئلہ پھر وہی چھوٹے شہر کا تھا۔ جہاں کے دن رات
اسے ایک جیسے لگتے تھے۔ کوئی پہچان نہیں، کوئی تفریح نہیں،
کوئی زندگی نہیں۔

جب وہ اٹھارہ برس کی ہوئی تو اسی شہر کے ایک کالج سے
اس نے جر نلزم کی ڈگری حاصل کر لی اور اسی دوران میں
ایک لڑکا اس کی زندگی میں داخل ہوا اور قرب کی لذت دے
کر نہ جانے کہاں چلا گیا۔ ڈانا نے پھر اس کی صورت نہیں
دیکھی تھی۔

ڈانا نے اس شہر کے ایک مشہور اخبار میں ملازمت کی
درخواست دی اور اس کو ملازمت مل بھی گئی۔ وہ بڑے بڑے
لوگوں سے انٹرویو لینا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ
اخبار والے اسے ایسا کام دیں کہ اسے ملکوں ملکوں جا کر
رپورٹنگ کرنی پڑے۔ کبھی یورپ، کبھی افریقہ، کبھی ایشیا۔
اس اخبار کی ملازمت نے ڈانا میں خود اعتمادی پیدا کر دی تھی
لیکن ابھی تک اسے اس کے مطلب کا کام نہیں ملا تھا۔
مطلب کا کام یہ تھا کہ وہ باہر جا کر رپورٹنگ کرے۔ کم از کم

اس شہر سے ابتدا ہو پھر وہ آگے بڑھتی چلی جائے لیکن ابھی تک اخبار کے ایڈیٹر نے اسے دفتری کاموں تک محدود کر رکھا تھا۔

ایک دن اسے ایک موقع مل ہی گیا تھا۔ یہ موقع اسے ملا نہیں تھا بلکہ اس نے حاصل کیا تھا۔ وہ اس وقت ٹیلی پرٹنگ کے کمرے میں بالکل اکیلی تھی۔ جب مشین پر آئی ہوئی ایک خیر نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ کسی بچے کے اغوا کی خبر تھی جسے آکس کیم کی ایک دکان سے اغوا کیا گیا تھا۔ بعد میں وہ بچہ دستیاب ہو گیا تھا۔ اس نے مشین سے وہ کاغذ پھاڑ کر اپنے پاس رکھ لیا اور تیزی سے اخبار کے ایڈیٹر کے کمرے میں پہنچ گئی ”جناب“ اس نے پرجوش لہجے میں کہا ”ابھی ابھی مجھے ایک بچے کے اغوا ہونے کی خبر ملی ہے۔ وہ بچہ جس دکان سے اغوا ہوا ہے اس کا مالک میرا دوست ہے۔ اس بے چارے نے فوراً مجھے اطلاع دے دی۔ اگر آپ کہیں تو میں اس واقعے کی رپورٹنگ کر لوں۔“

اخبار کے ایڈیٹر نے چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھنے کے بعد اسے اجازت دے دی تھی۔ دوسرے دن کے اخبار میں اسی واقعے کے بارے میں ڈانا ہی کی کہانی شائع ہوئی تھی۔ یہ اس کی ابتدا تھی۔ کچھ دنوں بعد ٹیلی پرٹنگ کی ایک خبر کے ذریعے اسے پھر ایسا ہی موقع مل گیا۔ اس بار بھی اس نے وقت ضائع نہیں کیا تھا۔ اخبار کے ایڈیٹر نے اسے رپورٹنگ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس بار بھی اس کی اسٹوری نے توجہ حاصل کر لی تھی اور اب کامیابیوں کی طرف اس کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ اسے کسی بڑے شہر کی طرف جانا تھا۔ جہاں وہ کسی بڑے اخبار سے منسلک ہو سکے۔



اس کے اخبار کو واشنگٹن نامی ایک بڑے اخبار نے خرید لیا۔ واشنگٹن اشار واشنگٹن ہی سے نکلتا تھا۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اب واشنگٹن اشار کے لیے کام کر رہی تھی۔ یہ خیال ہی اس کے لیے بہت ولولہ انگیز تھا۔ وہ پھر اخبار کے ایڈیٹر کے پاس پہنچ گئی ”جناب۔ میں دس دنوں کے لیے چھٹیوں پر جانا چاہتی ہوں۔“ اس نے بتایا۔

”کیا پاگل ہو گئی ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم یہ اخبار فروخت ہو چکا ہے اور لوگ نکالے جا رہے ہیں اور تم چھٹی مانگ رہی ہو۔“

”میری بات اور ہے جناب۔ میں ایک اچھی رپورٹر ہوں اور میں تو براہ راست واشنگٹن اشار جوائن کرنا چاہتی ہوں۔ کیا اس سلسلے میں آپ میری کوئی مدد کر سکتے ہیں؟“

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔“ ایڈیٹر نے ایک گہری سانس لی ”ٹھیک ہے۔ مقدر آزما کر دیکھ لو۔ اس اخبار کے مسٹریٹ سب سے طاقتور انسان ہیں بلکہ وہی سب کچھ ہیں۔“

واشنگٹن ڈی سی اس کی توقع سے کہیں زیادہ بڑا شہر ثابت ہوا تھا۔ یہاں زندگی بہت پرجوش اور ہنگامہ خیز تھی۔ یہ پوری دنیا کی طاقت کا محور تھا۔ ڈانا سوچ رہی تھی کہ کیا وہ شہر ہے جہاں سے اسے اپنے شاندار کیریئر کی شاندار ابتدا کرنی ہے۔ اسے بہت پہلے یہاں آ جانا چاہیے تھا۔ بہر حال اب بھی کوئی اتنی دیر نہیں ہوئی تھی۔

اس نے ایک ہوٹل میں اپنا سامان رکھا اور اسی دن بڑے اعتماد کے ساتھ واشنگٹن اشار کے دفتر پہنچ گئی۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ جس کے چار بلاکس تھے۔ ہر بلاک میں نہ جانے کتنے لوگ کام کرتے ہوں گے۔ وہ مرکزی دروازے میں داخل ہو گئی۔ جہاں سامنے ایک کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے درشت چہرے والا ایک مسلح شخص بیٹھا تھا۔ جس نے سوالیہ نگاہوں سے ڈانا کی طرف دیکھا۔

”مجھے مسٹریٹ سے ملنا ہے۔“ ڈانا نے بتایا ”میں کلیر ماؤنٹ کے ایک اخبار میں کام کرتی ہوں۔“

”کیا مسٹریٹ نے ملنے کا وقت دیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ میں آج ہی کلیر ماؤنٹ سے آئی ہوں۔“ اس نے بتایا۔

”ٹھیک ہے۔ جب ان سے وقت ملے ہو جائے تو پھر آکر مل لینا۔“ وہ اب ایک دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

ڈانا کو مایوسی ہوئی تھی لیکن وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اتفاق سے اسی وقت اس سے کچھ فاصلے پر ایک لفٹ آکر رکی اور وہ جلدی سے لفٹ میں داخل ہو گئی۔ اس وقت وہ یہی دعا کر رہی تھی کہ کاش وہ شخص اسے نہ دیکھ پائے لیکن وہ شخص اتنی دیر میں دوسرے لوگوں سے الجھ چکا تھا۔ اس نے ڈانا کی طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ لفٹ میں ایک ادھیڑ عمر عورت بھی سوار ہوئی اور لفٹ چل پڑی۔

”مسٹریٹ کس فلور پر ہوتے ہیں۔“ اس نے عورت سے دریافت کیا۔

”تیسری منزل پر۔“ عورت نے مختصر جواب دیا تھا۔

ڈانا تیسری منزل پر آکر حیران رہ گئی تھی۔ ہر طرف شیشے کے کیبن۔ جن میں کام کرتے ہوئے مستعد لوگ۔ ایک ایسی گہما گہمی کا منظر تھا جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ

جارج اسپتال جا جا کر تھک گیا ہوں لیکن باب اشار کی بیوی وہاں داخل نہیں ہے۔

باب اشار ایک بہت بڑا گلوکار تھا۔ پورا امریکا اس کا دیوانہ ہو رہا تھا۔ باب اشار کی بیوی اگر وہاں تھی تو یقیناً کوئی بڑی بات ہوگی۔ ڈانا چلتے چلتے رک گئی لیکن اس نے اپنا انداز ایسا رکھا تھا جیسے ان دونوں سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

”میں تو عجیب الجھن میں پھنس گیا ہوں۔“ پہلا رپورٹر بتا رہا تھا ”جب مجھے پتا ہی نہیں چل رہا ہے تو اس کا انٹرویو کہاں سے لاؤں۔ مسٹریٹ کی ناراضگی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔“

ڈانا کے لیے اتنا ہی بہت تھا۔ اس نے اپنے کام کی باتیں سن لی تھیں۔ وہ پھر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ سینٹ جارج اسپتال میں موجود تھی۔ جہاں پھولوں کی ایک دکان سے اس نے بہت سے پھول خریدے۔ ایک گفٹ شاپ سے کئی کارڈز اور اسپتال کے کاؤنٹر پر پہنچ گئی۔

”مجھے باب اشار کی بیوی کے کمرے میں جانا ہے۔“ اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

”لیکن اس کی بیوی تو یہاں داخل نہیں ہے۔“ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے بتایا۔

”کیا کہہ رہی ہو تم۔ سرکاری اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ یہ تمام چیزیں نائب صدر نے اس کے لیے بھیجی ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میں جا کر واپس کر دیتی ہوں اور ہاں تمہارا نام کیا ہے؟“

”ٹھہریں مس!“ لڑکی نے جلدی سے کہا ”میں خواہ مخواہ کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی۔ چھ سو پندرہ نمبر ہے ان کا۔“

پانچ منٹ کے اندر وہ باب اشار کی بیوی کیتھی کے سامنے کھڑی تھی۔ کیتھی کی عمر بیس بائیس سے زیادہ نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت خوب صورت بھی ہو لیکن اس وقت اس کی بری حالت ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ بُری طرح سو جا ہوا تھا۔ اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ پانی کے گلاس کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن اس میں شاید اتنی طاقت ہی نہیں رہی تھی۔ ڈانا نے ساری چیزیں ایک طرف رکھ کر گلاس اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ کیتھی نے پانی پینے کے بعد اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا ”کون ہو تم۔ یہ چیزیں کس نے بھیجی ہیں۔“

”میں آپ کی دوست ہوں۔“ ڈانا نے کہا ”اور یہ سب کچھ آپ کے ایک ایسے ہمدرد نے بھیجا ہے جسے یہ معلوم ہے۔“

کسی حد تک بوکھلا گئی تھی اور اس بوکھلاہٹ میں وہ ایک گنجے شخص سے جا ٹکرائی۔ جس کے ہاتھ سے کانڈات چھوٹ کر نیچے جا گرے تھے ”معاف کیجئے گا جناب۔“ اس نے جلدی سے کہا ”مجھ سے غلطی ہو گئی۔“

”اب کھڑی کیا ہو۔ میرے کانڈات اٹھا کر دو۔“ اس آدمی نے درشت لہجے میں کہا ”تم لوگوں کو کسی اچھے دفتر میں آنے کا سلیقہ بھی نہیں معلوم۔“

ڈانا نے جلدی جلدی کانڈات چنے لیکن اس دوران اس نے غصے میں آکر کچھ کانڈات ایک میز کے نیچے ڈال دیے پھر بقیہ کانڈات اس آدمی کے حوالے کرتے ہوئے بولی ”میری دعا ہے کہ واشٹنگٹن میں سب تم جیسے بد اخلاق نہ ہو۔“

وہ آدمی جزبز ہو کر رہ گیا تھا پھر وہ تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گیا۔ ڈانا نے برابر سے گزرتے ہوئے ایک آدمی سے مسٹریٹ کے کمرے کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کونے کے ایک بڑے سے کیمین کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ وہ کیمین اس وقت خالی تھا۔ ڈانا بڑے اعتماد کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے اب اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا پھر جو آدمی کمرے میں داخل ہوا ڈانا اسے دیکھ کر چونک اٹھی تھی۔ یہ وہی گنجا تھا جو بہت ہی سرد نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”جناب میں ڈانا ایون ہوں اور میں مسٹریٹ سے ملنے آئی ہوں۔“

”میں ہی بیٹ ہوں۔“ اس نے بتایا ”لیکن تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟“

”جناب۔ میں اس اخبار میں کام کرتی ہوں۔ جس اخبار کو آپ کے اخبار نے خریدا ہے۔ یعنی کلیئر ماؤنٹ نیوز میں۔ اور اب میں براہ راست اس اخبار میں کام کرنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔“

”مہترمی ہے کہ تم وہیں واپس چلی جاؤ جہاں سے آئی ہو۔“ بیٹ نے کہا ”تمہارے لیے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

ڈانا ہنسا کر رہ گئی تھی ”بہت بہت شکریہ آپ کے اس جواب کا۔“

وہ اسی طرح غصے کے عالم میں بیٹ کے کیمین سے باہر آگئی تھی لیکن قدرت اس کا ساتھ دینا چاہتی تھی اسی لیے اسے پھر ایک موقع مل گیا۔ وہ دو رپورٹرز کے درمیان ہونے والی گفتگو تھی جو اس نے برابر سے گزرتے ہوئے سن لی۔ ان میں سے ایک بتا رہا تھا ”یار۔ بہت مشکل ہے۔ میں تو سینٹ

کہ آپ کا... ایکسیڈنٹ نہیں ہوا بلکہ آپ کے ساتھ کچھ اور ہوا ہے۔"

نکیتھی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ ڈانا جلدی سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے نکیتھی کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب وہ اس کمرے سے باہر نکلی تو وہ نکیتھی کا انٹرویو حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ وہ کام جسے مجھے ہوئے رپورٹر نہیں کرپائے تھے، وہ ڈانا نے کر دکھایا تھا۔

اسپتال سے وہ سیدھی اخبار کے دفتر پہنچ گئی۔ اس بار کاؤنٹر پر ایک دوسرا آدمی تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ڈانا سے کچھ پوچھ سکتا۔ ڈانا نے بولنا شروع کر دیا "اوہ۔ آج تو مجھے بہت دیر ہو گئی۔ مسٹریٹ تو میری جان لے لیں گے۔ ایک تو وہ ویسے ہی غصے کے اتنے تیز ہیں۔ اس پر میرا دیر سے آنا انہیں اور غصہ دلا رہا ہو گا لیکن میں بھی کیا کروں۔ راستے میں ٹریفک ہی اتنی ہوتی ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود دیر ہو جاتی ہے" وہ اسی طرح بولتی بڑبڑاتی ہوئی لفٹ میں داخل ہو گئی۔ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا شخص حیرت سے اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

تیسری منزل پر مصروفیت کا وہی عالم تھا۔ کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ ڈانا پر دھیان دے سکے۔ ڈانا کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھی جہاں الیکٹرانک ٹائپ رائٹریا کمپیوٹر ہو۔ تاکہ وہ اپنا انٹرویو ٹائپ کر سکے۔ کچھ دیر چاروں طرف دیکھنے کے بعد اسے ایک خالی کیبن دکھائی دے گیا۔ جہاں ایک کمپیوٹر بھی موجود تھا۔ اس نے جلدی جلدی اپنے انٹرویو کی کمپوزنگ شروع کر دی اور جس وقت وہ کام ختم کر کے کرسی سے اٹھی اسی وقت بیٹ اس کیبن میں داخل ہو گیا۔ وہ ڈانا کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا "تم۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے غصے سے پوچھا۔

"میں ایک رپورٹ تیار کر رہی تھی جناب۔" ڈانا نے کہا "حالانکہ آپ نے مجھے یہ کام نہیں دیا تھا کیونکہ میرا اس اخبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں نے یہ کام اپنی مرضی سے کیا ہے۔ آپ چاہیں تو ایک نظر اس رپورٹ کو دیکھ لیں۔ ورنہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی اور آپ مجھے دوبارہ یہاں نہیں دیکھیں گے۔"

بیٹ نے اس انٹرویو کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈانا کو اپنے کیبن کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے "تم نے بہت اچھا اور زبردست کام کر دکھایا ہے مس ڈانا۔" بیٹ نے کہا "لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کو اس اخبار

میں ملازمت بھی مل جائے کیونکہ یہاں پہلے ہی بہت رپورٹر ہیں۔ البتہ میں تمہیں ڈبلوٹی ای ٹیلی وژن میں مسٹریکنس کے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہاں تمہارے لیے جگہ نکل آئے گی۔"

"لیکن جناب۔ مجھے تو ٹی وی کی رپورٹنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔" ڈانا الجھ کر بولی۔

"سب ہو جائے گا۔ تم مسٹریکنس کے پاس چلی جاؤ۔ میں انہیں فون کر دیتا ہوں۔"

اس چینل پر اسے ملازمت مل گئی۔ اس ٹی وی کا دفتر ایک عمارت کی چوتھی منزل پر تھا اور پوری منزل اس ٹی وی کے پاس تھی۔ جگہ جگہ ٹیلی ریٹرز مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ بالکل اخبار جیسا ماحول تھا۔ جگہ جگہ سے خبریں آرہی تھیں اور لوگ ان خبروں کو مختصر کر کے ایسی۔۔۔ بنا رہے تھے کہ انہیں نیوز پلیٹن میں پڑھا جاسکے۔ اس چینل سے دن اور رات میں کئی بار خبریں نشر ہوا کرتی تھیں۔

"مس ڈانا۔" ہانکس نے اس کا کام سمجھاتے ہوئے کہا "خبریں تو ہر چینل کے پاس تقریباً ایک ہی جیسی ہوتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم خبروں کو کتنا دلچسپ اور قابل دید بنا کر پیش کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ہمارے چینل کو دیکھتے رہیں اور دوسرا چینل تبدیل نہ کریں۔ یہی تمہارا کام ہے اور دوسرا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ خبروں کی ترتیب کو سمجھا جائے کون سی خبر پہلے پڑھی جائے کون سی بعد میں۔ یہ بھی ایک آرٹ ہے اور تجربے کے بعد آئے گا۔ بہر حال تم اپنا کام شروع کر سکتی ہو۔"

ڈانا کا خیال تھا کہ یہ ملازمت شاید اس کے مزاج کے مطابق نہیں ہوگی لیکن آہستہ آہستہ اس کام میں اس کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔ شروع شروع میں ترتیب کے معاملے میں اس سے کچھ غلطیاں ہو گئی تھیں لیکن ہانکس نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔

اسے تجربہ ہوتا چلا گیا۔ اب سب اس کے کام سے مطمئن نظر آتے تھے۔ یہ ایک روٹین ورک تھا۔ ڈانا کام تو کر رہی تھی لیکن اس کی نگاہیں کیس اور تھیں۔ وہ کیس اور جانا چاہتی تھی پھر ایک شام اسے ایک موقع مل ہی گیا۔ یہ آٹھ دس مہینے گزر جانے کے بعد ہوا تھا۔ وہ اپنا کام ختم کر کے اپنی میز سے اٹھ کر جب کانفرنس روم کے برابر سے گزرنے لگی تو اس نے بہت سی آوازیں سنیں۔ اس کمرے میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ وہ سب کے سب بُری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ ڈائریکٹر جاگ رہا تھا بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا اور اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگتا تھا۔ دوسروں کا بھی تقریباً یہی حال تھا۔

میدانوں میں جانا چاہتی ہوں۔ شہروں میں جانا چاہتی ہوں۔ جنگ کے محاذ پر جا کر فوجیوں سے ملنا چاہتی ہوں۔ مختلف ملکوں کے تباہ حال اور مظلوم لوگوں کے حالات جانا چاہتی ہوں۔ ”یہ تو بہت مشکل کام ہے مس ڈانا۔“ ڈائریکٹر نے بتایا۔

”میں جانتی ہوں سر لیکن شروع سے میری یہی خواہش رہی ہے۔“ اور اس کی خواہش پر اسے سرائیو بھیج دیا گیا تھا۔



اولیور اپنی طاقت اور اقتدار کا لطف حاصل کر رہا تھا۔ اس کے پاس سب کچھ تھا۔ اس کے ایک اشارے پر بہت سوں کی قسمیں بن جاتی تھیں یا بگڑ جاتی تھیں۔ اس کے سر ڈیوس اسے ہدایت کرتا رہتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اس کے آنے والے شاندار دنوں پر اثر انداز ہو سکے۔ اسی لیے اولیور نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ جنسی بے راہ روی کیا تو کرتا تھا لیکن اس انداز سے کہ اس کا نشان بھی نہ مل سکے۔ بس اپنی سیکریٹری میریا کے سلسلے میں اس سے بے احتیاطی ہو گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ ابھی تک اسپتال میں بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی تھی۔ اولیور اسپتال فون کر کے اس کی خیریت معلوم کر لیا کرتا تھا۔

ایک دن جان نے اس سے کہا ”ڈیڈی نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ اپنے گھر پر کوئی پارٹی دے رہے ہیں۔“ اولیور کو اندازہ تھا کہ ڈیوس نے یہ پارٹی یوں ہی نہیں دی ہوگی اور اسے بھی یوں ہی نہیں بلایا ہوگا بلکہ ہو سکتا تھا کہ یہ پارٹی اس کے لیے واشنگٹن تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیتی۔ ہو سکتا تھا کہ اس پارٹی میں ایسے طاقت ور لوگ موجود ہوں جن سے ڈیوس اس کا تعارف کروانا چاہتا ہو۔

اولیور کا اندازہ درست تھا۔ اس تقریب میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جن کا وہاٹ ہاؤس پر اچھا خاصا اختیار تھا اور جو وہاں کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اولیور کو ان طاقت ور لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ دوسری طرف انہوں نے بھی اولیور کو پسند کر لیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس تقریب میں اٹلی کے سفیر کے آنے کی اطلاع ملی۔ ڈیوس اور اولیور دونوں ہی اس کے استقبال کے لیے دروازے تک چلے گئے تھے۔ مارکونیو اپنی بیوی سلویا کے ساتھ آیا تھا۔ وہ ایک باوقار اور صحت مند انسان تھا اور اس کی بیوی سلویا کو دیکھ کر اولیور کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔

”خدا کی پناہ۔ اب صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں اور جولیا کا کوئی پتا نہیں ہے۔“ ڈائریکٹر نے ایک بار پھر اپنے سر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

اس وقت پتا چلا کہ خبریں نشر ہونے کا وقت ہو گیا تھا لیکن خبریں پڑھنے والی جولیا کہیں غائب تھی۔ جبکہ اس کے ساتھ خبریں پڑھنے والا بڑی بے تابی سے ٹہل رہا تھا۔ ”کیا میں کوئی مدد کر سکتی ہوں جناب۔“ ڈانا نے ڈائریکٹر سے پوچھا۔

”ہم!“ ڈائریکٹر نے اس کی طرف دیکھا ”تم کیا کر لوگی!“ ”اگر جولیا نہیں آتی ہے تو خبریں میں بھی پڑھ سکتی ہوں۔“ اس نے کہا ”مجھے سب یاد ہے کیونکہ یہ خبریں میں نے ہی لکھی ہیں۔“

”نہیں۔ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔“ ڈائریکٹر جھٹک کر بولا ”تو تمہارا لباس ڈھنگ کا ہے اور نہ ہی تم نے میک اپ کر رکھا ہے اور یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ میرے خدا۔ اب صرف ایک منٹ رہ گیا ہے۔ صرف ایک منٹ۔ اب کیا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے جناب۔ میں چلتی ہوں۔“ ”نہیں نہیں رک جاؤ۔ جاؤ بیٹھ جاؤ کیمرے کے سامنے۔“

ڈانا نے بڑے اعتماد سے خبروں کا آغاز کیا اور اپنے ساتھی کے ہمراہ خبریں پڑھتی چلی گئی۔ اس کے لہجے اور انداز کو سراہا بھی گیا تھا۔ دوسری طرف خبریں پڑھنے والی جولیا کے بارے میں پتا چلا کہ گھر سے اسٹوڈیو کی طرف آتے ہوئے اس کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا اور اب وہ طویل مدت تک خبریں پڑھنے کے لائق نہیں رہی تھی پھر یہ ذمے داری مستقل طور پر ڈانا کے سپرد کر دی گئی۔ اس کی زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا۔ یہ ایک تیز رفتار سفر تھا۔ جس میں اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ خبریں پڑھنے کے ساتھ ہی اس نے انٹرویوز لینے شروع کر دیے۔ بڑے بڑے نامور لوگوں کے انٹرویوز۔ اپنی صورت اپنے لہجے اور اپنی آواز کے ذریعے اس نے مقبولیت حاصل کرنی شروع کر دی۔ اب خود اس کے انٹرویوز شائع ہونے لگے تھے۔ اب وہ ایک مشہور شخصیت ہو چکی تھی۔

دو سال کے بعد جب اس کا معاہدہ ختم ہونے لگا تو ٹی وی والوں نے مزید معاہدے کی پیشکش کر دی۔ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

”لیکن میں اب اس قسم کے انٹرویوز لیتے لیتے اکتا چکی ہوں۔“ اس نے کہا ”اب میں کچھ اور کرنا چاہتی ہوں۔“

”تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا بھی بندوبست ہو چکا ہے۔ بہت سے لوگ تم پر سرمایہ لگانے کو تیار ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ صدر بن جانے کی صورت میں تم ان کے لیے کتنے مفید ثابت ہو سکتے ہو۔ تم اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اس وقت پورے ملک کے دو تین بہترین گورنروں میں سے ایک تم ہو۔ ہماری سروے رپورٹ کی بتاتی ہے۔ تم میں جو صلاحیت ہے، وہ دوسروں میں نہیں ہے۔ تم اپنی شخصیت کے سحر سے کام لے کر ملک کے سب سے بڑے منصب تک پہنچ سکتے ہو۔“

”آپ لوگوں نے تو مجھے پُر جوش کر دیا ہے۔“ اولیور نے کہا ”ہم اپنی مہم کا آغاز کب سے کر رہے ہیں۔“ ”یہ سمجھ لو کہ شروع ہو چکی ہے۔“ ٹیک نے بتایا ”اس وقت صدر نارٹن سب سے زیادہ مقبول ہے۔ وہ ایک طاقت ور انسان ہے لیکن وہ دوبارہ صدر بن چکا ہے اور تیسری بار وہ صدر نہیں بن سکتا۔ یہ ہمارے دستور میں نہیں ہے۔ اس کے بعد نائب صدر رہ جاتا ہے اور وہ ایک کمزور آدمی ہے۔ ہماری ذرا سی بھی کوشش اسے بیٹھ جانے پر مجبور کر سکتی ہے۔“

ان تینوں کی یہ میٹنگ بہت دیر تک جاری رہی تھی پھر اولیور کے دفتر سے روانہ ہوتے ہوئے ڈیوس نے معنی خیز نگاہوں سے اولیور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”آج جان سے تمہارے بارے میں بات ہوئی تھی۔“ ”کیا کہا اس نے؟“ اولیور نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

”وہ تم سے خوش ہے۔“ اولیور اطمینان کی سانس لے کر رہ گیا تھا۔ ٹیک کے ساتھ کار کی طرف جاتے ہوئے ڈیوس نے کہا ”میرا خیال ہے کہ اب ہمیں انتخابی مہم میں دیر نہیں لگانی چاہیے۔ پہلے میرے ساتھ حکمت عملی طے کر لیں۔ اس کے بعد کام شروع کر دینا۔ میں ہر قیمت پر اولیور کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ اولیور ایک اچھا صدر ثابت ہوگا۔“

ڈیوس مسکرا کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس ملک کا ہونے والا صدر اس کی مٹھی میں ہوگا۔ اس کے اشارے پر ناچے گا۔

ٹیک ایک بہت اچھا سیاسی مشیر ثابت ہوا تھا۔ ڈیوس کے اندازے کے مطابق اس نے بڑی ہوشیاری سے اولیور

اس نے اپنی زندگی میں اتنی خوب صورتی کم ہی دیکھی تھی۔ اس کی نگاہیں سلویا پر جم کر رہ گئی تھیں۔ کچھ دیر کی رسمی گفتگو کے بعد ڈیوس اس کا بازو تھام کر اسے ایک طرف لے آیا ”اولیور۔ کیا تمہیں اپنے آپ پر اختیار نہیں رہا؟“ اس نے غصے سے پوچھا۔ ”ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ اولیور جلدی سے بولا ”میں تو اپنے آپ کو بہت سنبھال کر رکھتا ہوں۔“ ”بہتر یہی ہے کہ خود کو سنبھالے ہی رہو۔“ ڈیوس نے کہا ”جب منزل دو چار قدم کے فاصلے پر ہو۔ اس وقت ایک ٹھوکر بھی زندگی برباد کر سکتی ہے۔“

ڈیوس کی اس تنبیہ کے باوجود اولیور اس خوب صورت عورت پر مہربان ہونے سے باز نہیں رہا تھا۔ بہر حال وہ پارٹی اس کے لیے نئی امیدوں اور امتگوں کے ساتھ ختم ہوئی تھی۔

پھر ایک دن جب وہ اپنے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا، اسے ڈیوس کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے ڈیوس کا استقبال کیا تھا۔ وہ ٹیک کے ساتھ آیا تھا اور دونوں معنی خیز انداز میں مسکرا مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”خیر تو ہے جناب۔“ اولیور نے دریافت کیا ”ایسا لگتا ہے جیسے آپ دونوں میرے لیے کوئی خبر لے کر آئے ہوں۔“ ”ہاں۔ ہم تمہارے لیے ایک بہت اچھی خبر لائے ہیں۔“ ڈیوس نے کہا ”اب واشنگٹن کی طرف تمہارا سفر شروع ہونے والا ہے۔“

”جی میں سمجھا نہیں۔“ اولیور کچھ اور الجھ گیا تھا۔ ”دارالحکومت کے کچھ بااثر لوگ تمہاری حمایت کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔“ ڈیوس نے بتایا ”ان کا یہ کہنا ہے کہ آئندہ کے صدر تم ہی ہو سکتے ہو۔ ایک لابی تمہارے حق میں تیار ہوتی جا رہی ہے۔ دو سال کے بعد الیکشن بھی ہونے والے ہیں۔ ہمارے پاس ابھی بہت وقت ہے۔ ہم بہت مناسب انداز میں تمہارے لیے مہم چلا سکتے ہیں۔“

”کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے!“ اولیور کی رگوں میں خون کی روانی اچانک تیز ہو گئی تھی۔

”ہاں۔ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ تمہاری انتخابی مہم کے لیے میں نے ٹیک کا انتخاب کیا ہے۔ یہ تمہارا مزاج آشنا ہے اور تمہارے حق میں بہت مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔“

”مجھے بہت خوشی ہوگی۔“ اولیور نے ٹیک کی طرف دیکھا ”لیکن اس انتخابی مہم کے لیے فنڈز کہاں سے آئیں گے۔“

بولنا ہے۔ جارج کے دلائل کو کس انداز سے رد کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ڈیوس اور ٹیک دونوں ہی اولیور کو اس مقابلے کے لیے تیار کرتے رہے تھے۔ اسی لیے جب ٹی وی اسکرین پر اولیور جارج کے سامنے آیا تو وہ بہت پر اعتماد دکھائی دے رہا تھا۔

پہلے جارج میکانن نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ اس نے امریکا کی معاشی ترقی پر گفتگو کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ امریکا کو چاہیے کہ صنعتی ترقی کے لیے جدید مشینوں کا استعمال بڑھا دے تاکہ پروڈکشن زیادہ ہو۔ اس کی باتوں میں وزن تھا۔ اس کے دلائل بہت اچھے تھے لیکن جب اولیور نے بات شروع کی تو اس نے جارج کے فلسفے کو رد کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ مشینوں کے زیادہ استعمال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہمارے بہت سے نوجوان بے روزگار ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں دوسرے مسائل جنم لیں گے۔ اس نے انسانی پہلو پر گفتگو کی تھی۔ اسی لیے اس کی باتیں بہت دھیان سے سنی گئیں اور اس انٹرویو کے بعد اس کی مقبولیت میں اور بھی اضافہ ہو چکا تھا۔

ایک رات کھانے کی میز پر ڈیوس نے اپنی بیٹی جان سے کہا ”جان۔ میرا خیال ہے کہ تم وہاٹ ہاؤس کی نئی ڈیکوریشن کے بارے میں سوچنا شروع کر دو۔“

”ڈیڈی! کیا آپ کو یقین ہے کہ۔۔۔“ شدت جذبات سے جان اپنا جملہ پورا نہیں کر سکی تھی۔

”بیٹے۔ تمہارا باپ اور ہزار باتوں میں غلط ہو سکتا ہے لیکن سیاسی معاملات میں اس سے غلطی نہیں ہوتی۔ تمہارا شوہر امریکا کا نیا صدر ہے اور تم خاتونِ اول۔“



طیارہ پرواز کر رہا تھا۔

ڈانا کے ذہن میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اتنے دنوں کے بعد آج اس نے اپنا وہ سفر شروع کیا تھا جس کے خواب دیکھتی آئی تھی۔ مختلف ملک، مختلف ماحول اور ایڈونچر۔ زندگی شاید اسی کا نام ہے۔ اس کے ایک طرف بین بیٹھا تھا اور سامنے والی سیٹ پر ویلی تھا۔ بین نیوز پروڈیو سر تھا اور ویلی کیمرہ مین۔ یہ دونوں اپنے اپنے شعبے میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے۔ ڈانا کو سرائیو کی طرف روانہ کرتے ہوئے بتایا گیا تھا ”ہم نے تمہارے لیے بہترین پروڈیو سر اور کیمرہ مین کا انتخاب کیا ہے۔ یہ دونوں اپنے اپنے شعبے میں مہارت رکھتے ہیں اور تم ان ہی کی ہدایت پر عمل کرو گی۔ تمہاری ٹیم کو نیوز کورج کے لیے ایک عدد ٹرک کی ضرورت ہو گی۔ یہ ٹرک تمہیں کرائے

کے لیے انتخابی مہم کا آغاز کیا تھا۔ اخبارات۔ پہلی منزل اخبارات تھیں۔ اس کے بعد ریڈیو، ٹی وی۔ اس مقصد کے لیے امریکا کے کئی بڑے شہروں میں دفاتر قائم کر دیے گئے۔ جہاں ان تھک کارکن اولیور کے لیے کام کر رہے تھے اور پورے ملک میں اسے اب شناخت کیا جا رہا تھا۔

ٹیک قدم قدم پر اولیور کی رہنمائی کے لیے موجود تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ کس جگہ کیسی بات کرنی چاہیے۔ کس ریاست کے لوگ کیساں کر خوش ہو سکتے ہیں۔ کس ریاست کے کیا مسائل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اولیور کی پارٹی سے ہنس کے قریب امیدوار صدارتی انتخاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے لیکن ٹیک اور ڈیوس کی سیاسی حکمت عملی کی وجہ سے وہ سب ایک ایک کر کے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

یہ ایک طوفانی مہم تھی۔ جس کا آغاز ہی طوفانی انداز سے ہوا تھا۔ ڈیوس کا ذاتی طیارہ اولیور کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ ابھی شکاگو میں ہے۔ رات کی تقریر نیویارک میں۔ دوسرے دن مشی گن میں پھر لاس اینجلس میں۔ ٹیکساس میں۔ ہر جگہ۔ اس کی بیوی اس کے ساتھ ساتھ ہوا کرتی۔ اس کی خوب صورتی بھی اولیور کے لیے بہت مددگار ثابت ہو رہی تھی۔ امریکی عوام اپنے صدر اور اس کی شریک حیات کو خوب صورت، بذلہ سنج اور اسماٹ دیکھنا چاہتے تھے۔ اس جوڑے میں یہ خوبیاں موجود تھیں۔

اب وہ جس شہر میں جاتا، پولیس کی گاڑیاں حفاظت کے لیے اس کے ساتھ ہوا کرتیں۔ اس کے مقابلے پر موجودہ نائب صدر تھا۔ جو مقبولیت میں کسی طرح بھی اولیور سے کم نہیں تھا بلکہ ایک سروے کے مطابق اس کی مقبولیت کا گراف روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ جارج میکانن اولیور ہی کی طرح ایک خوب صورت اور وجہ انسان تھا۔

اپنی اس انتخابی مہم کے دوران میں اولیور کو لڑا کے بارے میں بھی معلومات حاصل رہتی تھیں۔ وہ کامیابیاں حاصل کرتی جا رہی تھی۔ اس نے ایک ریڈیو اور ایک ٹی وی اسٹیشن خرید لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کئی عدد اخبارات بھی حاصل کر چکی تھی۔ اولیور کو یہ سب جان کر خوشی ہوا کرتی اور اس کے احساسِ شرمندگی میں تھوڑی سی کمی ہو جاتی تھی۔

پھر وہ وقت آگیا جب اولیور کو ٹی وی پر جارج میکانن کے سامنے آنا تھا۔ اس طرح کے تین مباحثے ہوتے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہو جاتا کہ لوگ بہ حیثیت صدر کس کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جارج میکانن کو یا اولیور کو۔ پہلے مباحثے کی حکمت عملی بہت جانفشانی سے مرتب کی گئی تھی۔ کیا بولنا ہے، کس طرح

سے کام لینا۔“

جیواک سے جان چھڑا کر وہ لوگ عمارت سے باہر آگئے۔ ہر طرف افرا تفری اور سناٹے کا عالم تھا۔ جنگ نے اس شہر کو ویران کر کے رکھ دیا تھا۔ عمارت سے باہر ایک گاڑی ان کے انتظار میں کھڑی تھی۔ جس کا ڈرائیور جون نامی ایک شخص تھا۔ جس نے ان لوگوں کے پاس آکر کہا ”خوش آمدید۔ میں اس اجڑے ہوئے شہر میں آپ لوگوں کے استقبال کے لیے آیا ہوں اور میں ہی یہاں آپ کا ڈرائیور رہوں گا۔ جون نام ہے میرا۔ بس اب جلدی سے گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ زیادہ دیر کھڑا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔“

وہ سب جلدی جلدی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جون نے آندھی طوفان کی رفتار سے گاڑی چلانی شروع کر دی تھی۔ راستے کے دونوں طرف جنگ کی تباہیاں اپنا حال سنا رہی تھیں۔ ٹوٹے ہوئے مکان، شہر سے محروم دکانیں۔ اجڑی ہوئی سڑکیں اور پس منظر میں کہیں گولیوں کی آوازیں۔

”کیا گاڑی اتنا تیز چلانا ضروری ہے؟“ ڈانا نے پریشان ہو کر پوچھا۔

”ہاں بہت ضروری ہے میڈم۔“ جون نے کہا ”آپ گولیوں کی آوازیں نہیں سن رہیں۔ یہاں ہر طرف موت رقص کرتی رہتی ہے۔ جتنی دور نکل جائیں اتنا اچھا ہے۔“ کچھ دیر کے سفر کے بعد وہ ہوٹل آگیا جہاں ان لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جون گاڑی کو عقبی سمت لے آیا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق سامنے والے دروازے سے جانا خطرناک بھی ہو سکتا تھا اور یہ سب کچھ سن سن کر ڈانا یہ سوچنے لگی تھی کہ اس نے یہاں آکر کوئی غلطی تو نہیں کی تھی۔

ہوٹل کا ہال غیر ملکی نامہ نگاروں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ غیر ملکی ریڈیو اور ٹی وی کے نمائندے دنیا کے مختلف ملکوں سے آئے تھے۔ ان سب کو ڈانا کا انتظار تھا۔ اس کے ہال میں داخل ہوتے ہی سب اس کی طرف بڑھ آئے۔ سب نے ڈانا سے اپنا اپنا تعارف کروایا تھا۔ ڈانا اتنے اخباری اور ٹی وی کے نمائندوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

”یہ دنیا کا واحد محاذ جنگ ہے مس ڈانا۔“ ایک رپورٹر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”جس میں اتنے ٹی وی والے موجود ہیں۔ جتنے شاید آسکر ایوارڈ کی تقریب میں بھی نہیں ہوتے ہوں گے۔ اس لحاظ سے یہ بڑی رنگا رنگ جنگ کھی جاسکتی ہے۔“

وہیں اس نے کرنل گورڈن کا نام سنا اور اسے یہ مشورہ

پر حاصل کرنا ہوگا۔ جس کے انتظامات کر دے گئے ہیں۔ ہاں۔ اگر ہمارے چینل کے حالات اور بہتر ہو گئے تو ہم ٹرک خرید بھی سکتے ہیں۔ بہر حال تم نے جس شعبے کا انتخاب کیا ہے وہ ایک مشکل شعبہ ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ تم وہاں بھی اسی طرح کامیاب رہو گی۔ جیسی کامیابیاں تم نے یہاں حاصل کی ہیں۔“

روانگی سے کچھ دیر پہلے بیٹ نے ڈانا کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ ڈانا اپنی طلبی کا شن کر پریشان ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ عین وقت پر بیٹ اسے جانے سے روک دے گا لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ بیٹ نے اسے کچھ سمجھانے کے لیے بلایا تھا ”دیکھو ڈانا۔ تم اب تک جس قسم کی رپورٹنگ کرتی رہی ہو اس کا مزاج کچھ اور ہے لیکن اب تمہیں جو کچھ کرنا ہے وہ ایک مختلف چیز ہے۔ تم محاذ جنگ پر جا رہی ہو۔ جہاں ہر وقت گولیاں چلتی رہتی ہیں۔ وہاں تمہیں اپنے آپ کو خود ہی بچانا ہوگا۔ وہاں کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ جس علاقے میں جنگ ہو رہی ہو وہاں کے لوگوں کی نفسیات بھی کچھ اور ہو جاتی ہے۔ وہ اخلاقی قدروں سے نا آشنا ہو جاتے ہیں اسی لیے اکیلے گھومنے پھرنے سے پرہیز کرنا اور جہاں تم کوئی دشواری محسوس کرو یا واپس آنا چاہو تو ہمیں اطلاع کر دینا۔ ہم کوئی نہ کوئی انتظام کر لیں گے۔ یاد رکھو۔ کسی بھی قسم کی خبر تمہاری زندگی سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔“

پیرس تک کا سفر بہت آرام سے گزرا تھا۔ پیرس سے کروشیا ائر لائن کا ایک طیارہ انہیں سراٹوڈ لے آیا۔ جہاں جنگ نے زندگی کے معمولات بدل کر رکھ دیے تھے۔ وہ رات کے وقت سراٹوڈ پہنچے تھے۔ کسٹم وغیرہ کے مرحلے سے گزرنے کے بعد جب وہ باہری دروازے کی طرف بڑھنے لگے تو سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک پستہ قامت شخص ڈانا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ”اپنا پاسپورٹ دکھاؤ۔“ اس نے ڈرشت لہجے میں کہا۔

”ہم اپنے پاسپورٹ کسٹم پر دکھا چکے ہیں۔“ ڈانا نے کہا۔

”میں کرنل جیواک ہوں۔“ اس نے بتایا ”اور تمہیں دوبارہ چیک کرنا میری ذمہ داری ہے۔“ ڈانا نے اپنا پاسپورٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ پاسپورٹ دیکھنے کے بعد اس نے ڈانا کو پاسپورٹ واپس کرتے ہوئے کہا ”ٹھیک ہے لیکن تم ایک جرنلسٹ ہو اسی لیے تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ یہاں سے خبریں بھیجتے ہوئے احتیاط

ڈیویشن۔

ڈانا کئی مرحلوں سے گزر کر جب اندر پہنچی تو وہاں لوگوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہاں جاتے ہی اس کا کام ہو جائے گا لیکن اس کے برعکس اسے بہت دیر تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ بہر حال جب وہ ایک کنبے اور ادھیڑ عمر آدمی کے سامنے پہنچی تو اس نے ڈانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”مجھے افسوس ہے مس ڈانا کہ فوری طور پر آپ کو نہ تو کوئی سیٹلائٹ ٹرک مل سکتی ہے اور نہ ہی ہمارے پاس سیٹلائٹ کا وقت ہے۔“

”لیکن میں تو ڈبلوئی وی کی نمائندہ ہوں۔“ ڈانا جلدی سے بولی ”میں یہاں کے حالات اپنے چھینل کو بھیجنا چاہتی ہوں۔“

”باہر جو لوگ بیٹھے ہیں، وہ بھی اسی لیے آئے ہیں مس ڈانا۔“ اس نے بتایا ”آپ کچھ دنوں کے بعد پھر ٹرائی کریں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور جگہ خالی کر دے پھر وہ ٹائم اور ٹرک آپ کو دے دیا جائے گا۔“

ڈانا مایوس تو ہوئی تھی لیکن اس نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اسے ہر حال میں اپنا کام کرنا تھا۔ دفتر کے باہر جون اس کے انتظار میں تھا ”کوئی کام بنا میڈم۔“ اس نے دریافت کیا۔

”نہیں ابھی نہیں۔“ ڈانا نے جواب دیا ”جون تم ذرا مجھے شہر کی سیر کرواؤ۔ میں اس شہر کو محسوس کرنا چاہتی ہوں۔“

جون نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموش رہا تھا۔ ڈانا کی ہدایت کے مطابق اس نے گاڑی شہر کے مختلف علاقوں میں دوڑانی شروع کر دی۔ سرائیو اب ایک آسیبی شہر ہو کر رہ گیا تھا۔ گیس، پانی اور بجلی کی لائنیں تباہ ہو کر رہ گئی تھیں۔ بوسنیا اور کروشیا سے آئے ہوئے مہاجرین زندگی اور روٹی کی تلاش میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کئی مکانوں میں آگ لگی ہوئی تھی لیکن انہیں بجھانے والا کوئی نہیں تھا۔ بوسنیا اور ہر زے گوینا کی جنگ کا مقصد ڈانا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ آخر کیوں، یہ لوگ کیوں لڑ رہے تھے۔ اس سوال کا جواب شاید بہت مشکل تھا اور اس سوال کے جواب کے لیے وہ تاریخ کے ایک پروفیسر ساؤک کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے پروفیسر ساؤک کا نام سن رکھا تھا۔ وہ بہت پڑھا لکھا شخص تھا لیکن ان دنوں اپنے گھر پر معذور ہوا لیٹا تھا۔ جنگ کے دوران میں ایک گولی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں پیوست ہو گئی تھی۔

دیا گیا کہ وہ اس آدمی سے دور رہے۔ ڈانا کے لیے محاذ جنگ کی وہ پہلی رات بہت بھیاں تک اور خوف زدہ کر دینے والی تھی۔ اس کے کمرے کی دیواریں گولہ بارود کے شور سے لرز رہی تھیں۔ ہر لمحہ یہی گمان ہوتا تھا کہ اب کوئی گولہ اس کے کمرے کی چھت پر گرا لیکن وہ رات خیریت سے گزر گئی تھی۔

دوسری صبح وہ تیار ہو کر ہوٹل کی لابی میں آگئی۔ جہاں فرانس اور برطانیہ کے دو نمائندے پہلے سے موجود تھے۔ ان کے علاوہ اس کے دونوں ساتھی بھی تھے۔

”ہاں تو ڈانا۔ تم نے کس طرح کام کرنے کا پلان بنایا ہے۔“ ویلی نے پوچھا۔

”میرا ارادہ ہے کہ میں پہلے عام لوگوں کے حالات معلوم کروں۔“ ڈانا نے جواب دیا ”وہ لوگ جو اس جنگ میں متاثر ہوئے ہیں۔ ان سے باتیں کی جائیں۔“

”اچھا خیال ہے لیکن اس سے پہلے ہمیں سیٹلائٹ کا وقت خریدنا ہوگا۔“ بین نے کہا ”تب جا کر ہم اپنی خبریں اور رپورٹ وقت پر روانہ کر سکیں گے۔“

جون اپنی گاڑی لیے باہر ہی موجود تھا۔ ڈانا نے اس سے سیٹلائٹ آفس چلنے کے لیے تودہ مسکرایا ”مجھے اندازہ تھا کہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں بہت سے غیر ملکی نامہ نگاروں کو اس دفتر تک لے جا چکا ہوں۔ آپ لوگ میرے ملک اور میرے شہر کو دیکھتے ہیں۔ آپ کو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ کیا چیز ہے اور اس کی تباہ کاریاں کیسی ہوتی ہیں۔ آپ اپنے ملک میں ہماری خبریں روانہ کرتی ہیں لیکن ہماری طرف سے اپنے ملک والوں کو یہ ضرور بتا دیجئے کہ ابھی ہمارے حوصلے پست نہیں ہوئے۔“

گاڑی جب روانہ ہوئی تو ڈانا کو اب ذرا تفصیل کے ساتھ اس شہر کے حالات دیکھنے کا موقع مل گیا۔ کوئی عمارت ایسی نہیں تھی جو ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ہو۔ سڑکیں ویران تھیں۔ دکانیں بند تھیں اور چاروں طرف سے گولیوں اور دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ”کیا یہ آوازیں کبھی بند نہیں ہوتیں؟“ ڈانا نے پوچھا۔

”صرف اس وقت جب گولہ بارود ختم ہو جائے۔“ جون نے تلخ لہجے میں جواب دیا ”اور گولہ بارود کبھی ختم نہیں ہوتا کیونکہ انہیں سپلائی کرنے والی طاقتیں ابھی زندہ ہیں۔ ان کا روزگار چل رہا ہے۔“

سیٹلائٹ کے دفتر کے باہر ایک خستہ حال سا بورڈ تھا جس پر انگریزی میں لکھا ہوا تھا ”یوگوسلاویہ سیٹلائٹ

ابتدا بہت اچھی ہوگی۔ اب میں اپنے کمرے میں جا کر اسکرپٹ پر کام کرنا چاہتی ہوں۔“

چھ بجے وہ سب پھر ہوٹل کے ہال میں تھے۔ یہاں سے وہ شوٹنگ اسپاٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب ان کے پاس سازو سامان سے لدا ہوا ایک ٹی وی ٹرک بھی تھا اور سٹیلارٹ کا وقت بھی۔ وہ اپنی رپورٹ فوری طور پر واشنگٹن روانہ کر سکتے تھے۔

ڈانا شوٹنگ اسپاٹ پر پہنچ کر بہت اُداس ہو گئی تھی۔ یہ وہی جگہ تھی جس کی تباہی پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ جنگ کسی کو بھی کچھ نہیں دیتی۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں۔ جنگ کسی قوم یا مذہب کی نہیں بلکہ صرف اور صرف انسان کی دشمن ہوتی ہے۔ اس ٹیم کو شوٹنگ کرتے ہوئے دیکھ کر کچھ لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ مٹے ہوئے اُداس چہرے۔ جن کی آنکھوں میں اب امیدوں کی روشنی بھی نہیں رہی تھی۔

دھماکوں کی آوازیں یہاں بھی تھیں بلکہ یہاں ان کی شدت میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ڈانا مائیک لے کر ٹوٹے ہوئے چرچ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ویلی نے اسے اشارہ کیا۔ اس نے بولنا شروع کر دیا ”آپ لوگ جو اجڑا ہوا، ٹوٹا ہوا چرچ دیکھ رہے ہیں یہاں کبھی۔“

پھر اچانک ایک زوں کی آواز آئی جیسے کوئی طیارہ گزر گیا ہو۔ ڈانا نے ویلی کے سر کو کئی حصوں میں تقسیم ہوتے ہوئے دیکھا۔ کوئی بے رحم گولہ اس کے سر کو اڑاتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا۔ وہ شخص جو بڑے حوصلے کے ساتھ سرائیو و آیا تھا۔ جو آج ایک بچے کا دادا بننے والا تھا۔

ڈانا پر بنیانی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وہ بُری طرح چیخ رہی تھی۔ پھر کئی ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا۔ کچھ لوگ اسے ایک طرف لے جا رہے تھے لیکن اسے ہوش نہیں رہا تھا۔

ڈانا کو جب ہوش آیا تو بین اور جین پال اس کے بستر کے پاس موجود تھے۔ وہ اس وقت اپنے کمرے ہی میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ کاش۔ اس نے ویلی کے ساتھ جو کچھ دیکھا وہ ایک خواب ہو لیکن وہ خواب نہیں تھا۔ کیونکہ بین کا چہرہ ستا ہوا تھا اور پال نے اپنے ہونٹوں کو بڑی سختی سے بھیج کر رکھا تھا۔

”بین۔“ ڈانا نے بین کو مخاطب کیا ”بے چارے ویلی کے ساتھ۔“

”ہاں ڈانا۔“ بین نے اپنی گردن ہلادی ”وہ اب ہمارے درمیان نہیں رہا۔ تم یہ بتاؤ۔ تم کیسا محسوس کر رہی ہو۔“

پروفیسر نے ڈانا کا شکریہ ادا کیا ”تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میری طرف آنے کی زحمت گوارا کی ورنہ ایک معذور شخص کے پاس کون آتا ہے۔ بتاؤ۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”پروفیسر صاحب۔ مجھے یہ بتائیں کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس کا مقصد کیا ہے۔“ ڈانا نے پوچھا ”یہ کیسی جنگ ہے؟“

”نفرتوں کی۔“ پروفیسر نے بتایا ”اور اس بے مقصد سی جنگ کا ماخذ تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ صدیوں سے سرب، کرو شین، بوسنیائی اور مسلمان وغیرہ ایک ساتھ رہتے چلے آ رہے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں تھیں۔ تعلیمی ادارے تھے۔ آپس میں میل جول تھا بلکہ انہوں نے آپس میں شادیاں بھی کر رکھی تھیں پھر نفرتوں کے آسیب نے انہیں گھیر لیا اور اب وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ کوئی کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے جا چکے ہیں اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ اس اختلاف کی جڑیں دوسری جنگِ عظیم میں کہیں پوشیدہ ہیں۔ ماضی کا انتقام آج لیا جا رہا ہے۔ نہ جانے انسان کو کیا ہو گیا ہے۔ شاید یہ سب اسی طرح ہوتا رہے گا۔ آج یہاں کی جنگ ختم ہو گئی تو کل کہیں اور بھڑک اٹھے گی۔“

وہ جب ہوٹل واپس پہنچی تو بین اور ویلی دونوں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ویلی بہت خوش دکھائی دے رہا تھا ”ڈانا۔ آج میں دادا بننے والا ہوں۔“ اس نے بتایا ”میرا بیٹا ایک بچے کا باپ بن جائے گا اور میں دادا۔ مجھے ابھی ابھی امریکا سے یہ خبر ملی ہے۔“

”مبارک ہو۔“ ڈانا نے کہا ”یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔“ اور وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کیا وہ بھی کبھی نانی یا دادی بن سکے گی۔ کیا اس کی آوارہ گردی کی زندگی اسے کسی ایک جگہ رہنے کا موقع دے گی۔

”تمہارے لیے ایک دوسری خبر بھی ہے۔“ بین نے بتایا ”ہم نے سٹیلارٹ ٹائم اور ٹرک حاصل کر لیا ہے اور آج ہی سے ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔ ہم نے پہلی شوٹنگ کے لیے ایک جگہ بھی دیکھ لی ہے۔ بہت ہی علامتی جگہ ہے۔ وہاں ایک چرچ ہے اور ایک مسجد ہے اور دونوں ہی تباہ ہو چکے ہیں۔ ان کو دکھا کر ہم دنیا کو یہ بتا سکتے ہیں کہ نفرتیں چرچ اور مسجد کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتیں۔ ان کا سلوک ایک جیسا ہوتا ہے۔“

”بہت اچھا خیال ہے۔“ ڈانا پُر جوش ہو گئی تھی ”ہماری

”جون جو کچھ ہمارے ساتھ ہو چکا ہے، اب اس سے زیادہ خطرناک اور کیا ہو سکتا ہے۔“ ڈانا نے ایک پھکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ”بس تم لے چلو مجھے۔“ اور ابھی انہوں نے آدھا ہی راستہ طے کیا ہو گا کہ ان کی گاڑی ہارودی سرنگ کی زد میں آگئی۔



فرینکفرٹ کے ایک اسپتال میں میرا بدستور بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی تھی۔

اور اسے اس حال تک پہنچانے والا اولیور دنیا کے سب سے بڑے عمدے کا مالک بن چکا تھا۔ امریکا کا صدر۔ اس نے اپنے حریف کو بہت زیادہ دوٹوں سے شکست دے دی تھی۔ ڈیوس کی سیاسی چالوں نے اولیور کو ملک کا صدر بنا دیا تھا۔ پوری دنیا کا بے تاج بادشاہ۔ سب سے زیادہ با اختیار شخص۔ جس کے ایک اشارے پر کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

شاید امریکا بھر میں سب سے زیادہ گہری دلچسپی سے لڑا نے اس الیکشن کا مشاہدہ کیا تھا اور جب نتیجہ اس کے سامنے آگیا تو اس نے ٹی وی بند کر دیا تھا۔ وہ اب ایسے مقام پر تھی جہاں اس کے اشارے پر قسمتوں کے فیصلے ہو سکتے تھے۔ درجنوں اخبارات۔ ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اس کے اختیار میں آچکے تھے لیکن یہ اس کی منزل نہیں تھی۔ ابھی اس نے اور آگے جانا تھا۔

پھر اس نے امریکا کے طاقت ور ترین اخبار واشنگٹن ٹریبون کے بارے میں ایک خبر سنی۔ یہ بہت عام سی خبر تھی لیکن اس کے لیے اتنا اشارہ بہت تھا۔ اخبار کے مالک اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی ہو گئی تھی۔ اس اخبار میں آدھا سرمایہ اس کی بیوی کا بھی لگا ہوا تھا۔

لڑانے اسی دن اپنے اٹارنی کو فون کیا ”میں نے سنا ہے کہ واشنگٹن ٹریبون اور اس کے مالک کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔“

”جی ہاں۔ یہ خبر درست ہے مادام۔“ ”ٹھیک ہے۔ تو پھر اس اخبار کو خریدنے کی کوشش کرو۔“

”وہ بہت بڑا سیٹ اپ ہے میڈم۔ درجنوں میگزین کئی عدد ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اس کے علاوہ۔“

”بس۔ میں نے کہہ دیا تاکہ تم اس کو خریدنے کی کوشش کرو اور کل میں خود اخبار کے مالک کی بیوی سے بات کرنے واشنگٹن جارہی ہوں۔“ لڑانے ریسیور رکھ دیا تھا۔ لڑا دوسرے دن واشنگٹن میں اس اخبار کے مالک کی

”بس ٹھیک ہی ہوں۔“ اس وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ریسیور بین نے اٹھایا تھا۔ اس نے کچھ دیر سننے کے بعد ریسیور ڈانا کی طرف بڑھا دیا ”یہ لو۔ بیٹ بیکر کا فون ہے۔“

دوسری طرف بیٹ بیکر تشویش ناک انداز میں کہہ رہا تھا ”ڈانا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فوری طور پر واپس آ جاؤ۔ تمہارا وہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔“

”جی جناب۔ میں خود بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔ یہاں اندھا دھند لوگ مارے جارہے ہیں۔“ ”ٹھیک ہے۔ میں تمہاری واپسی کے انتظامات کر دیتا ہوں۔“

ڈانا نے ریسیور بین کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اب خود بھی کچھ بہتری محسوس کر رہی تھی ”آخر کیوں۔ لوگ اس طرح کیوں مر رہے ہیں۔ بے چارے ویلی کا کیا قصور تھا؟ اس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا؟ وہ تو یہاں کسی کو جانتا بھی نہیں تھا اور اس کو اتنی بے رحمی سے مار دیا گیا۔“

”جنگ اسی کا نام ہے ڈانا۔“ پال نے کہا ”اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ صرف تماشائی بن کر دیکھ سکتے ہیں یا پھر اس جنگ میں خود مارے جاسکتے ہیں۔“

”کیوں نہیں کر سکتے۔ ہم دنیا کو احساس تو دلا سکتے ہیں کہ خدا کے لیے اس بے مقصد سی جنگ کو روکانے کی کوشش کرو۔ لوگ مر رہے ہیں۔ بے گناہ لوگ مر رہے ہیں۔ ہم اسی لیے تو یہاں آئے تھے۔ بے چارہ ویلی یہی تو چاہتا تھا۔ یہی تو مشن تھا اس کا۔ نہیں، میں واپس نہیں جاؤں گی۔ یہ کام ابھی ادموراے میں بزدلوں کی طرح فرار نہیں ہوں گی۔“

”کیا کہہ رہی ہو ڈانا؟“ بین نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ”تم ابھی بیٹ کو اپنی واپسی کی خبر دے چکی ہو۔“

”نہیں۔ تم اسے فون کر کے منع کرو۔ یہاں تو بہت سے لوگ مر رہے ہیں۔ معصوم بچے، بے گناہ عورتیں، وہاں ایک میں بھی سہی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

بیٹ کو پھر فون کر کے ڈانا کے فیصلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ سراچیو سے کچھ فاصلے پر کو سوناٹام کا ایک چھوٹا سا شہر

تھا۔ وہ شہر ابھی حال ہی میں بمباری کی زد میں آکر تباہ ہوا تھا۔ ڈانا اس شہر کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہاں جانا چاہتی تھی۔ اس نے جب جون سے کو سوچنے کو کہا تو جون نے بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی ”نہیں میڈم! وہاں جانا بہت خطرناک ہے۔ صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ بھی ہر وقت بمباری کی زد میں رہتا ہے۔“

ڈانا اگرچہ بارودی سرنگ کی زد میں آکر بڑی طرح زخمی ہو چکی تھی لیکن چند مہینوں کے بعد وہ پھر پہلے کی طرح پرجوش اور صحت مند ہو چکی تھی۔ جون کی ایک ٹانگ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں لیکن اب وہ بھی ٹھیک تھا۔ اس دوران میں بیٹ بکر نے ڈانا کو بلانے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے ہر بار انکار کر دیا تھا۔ وہ کہا کرتی ”نہیں سر۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ میرا حوصلہ بدستور بڑھتا جا رہا ہے۔ میری طرح اور بھی ہزاروں لاکھوں لوگ ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ اس جنگ کو محسوس کرنے دیں۔“

دلی کی موت کے بعد ان کے پاس اب ایک نیا کمرہ میں کام کرتا تھا۔ وہ ایک نوجوان آدمی تھا اور ڈانا ہی کی طرح پرجوش۔ پال کو کسی اور جگہ بھیج دیا گیا تھا۔ ڈانا کو اس کی کمی محسوس ہوتی رہتی تھی۔ ایک بار انہوں نے ایک ایسی جگہ شوٹنگ کی، جہاں ایک طرف پارک تھا اور دوسری طرف ٹوٹی ہوئی عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ڈانا کمرے کی طرف رخ کر کے کہہ رہی تھی ”آپ لوگ اس پارک کو دیکھ رہے ہیں۔ یہاں کبھی پیارے پیارے بچے کھیلنے کے آتے ہوں گے لیکن اب یہ پارک ویران ہو چکا ہے۔ اب یہاں کوئی نہیں آتا۔ یہاں کھیلنے والے بچے یا تو مر چکے ہیں زخمی ہو کر اسپتالوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ بچے پوری ذمہ داری سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر ان کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے ان بڑوں کو کیا بگاڑا ہے؟“

اس کی کنسٹری کے دوران میں خطرے کے سائرن بجتے رہے اور لوگ بے نیازی سے گزرتے رہے۔ لوگوں نے اب سائرن وغیرہ پر دھیان دینا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے لیے کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں ہے۔ وہ کہیں بھی پناہ نہیں لے سکتے۔

ڈانا نے اپنی کنسٹری ختم کی۔ اس وقت اس نے ایک لڑکے کو دیکھا۔ جس کے جسم پر ایک میلا لباس تھا۔ پیروں میں پھٹے ہوئے جوتے تھے اور وہ ایک ہاتھ سے معذور ہو چکا تھا۔ وہ بچہ بہت غور سے ڈانا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ڈانا نے اسے مسکرا کر ہیلو کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایک صبح اس نے ہوٹل کے گیٹ پر اس لڑکے کو دیکھا۔ ڈانا نے اسے پھر ہیلو کہہ کر مخاطب کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ڈانا کو دیکھ رہا تھا۔ جون بھی اس وقت ڈانا کے پاس ہی کھڑا تھا۔

”جون اس سے معلوم کرو کہ اسے کیا چاہیے؟“ ڈانا نے جون سے کہا۔

بیوی کیتھی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

”تم واقعی بہت پُر اعتماد عورت ہو۔“ کیتھی نے کہا ”کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم اس اخبار کو بھی خرید لوگی؟“

”میں یہاں سودا ہی کرنے آئی ہوں۔“ لڑا مسکرا کر بولی ”تم مجھے ایک نظر اپنا سیٹ اپ دکھا دو۔ میرا مطلب ہے کہ اس وقت تمہارے اخبار کی پوزیشن کیا ہے۔“

کیتھی نے اسے بیٹ بکر کے حوالے کر دیا تھا۔ جو اخبار کا ایڈیٹر انچیف تھا۔ بیٹ بکر اس سودے کے خلاف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ لڑا نے بڑے بڑے اخبارات خرید کر ان کا معیار کم کر دیا ہے۔ اخبارات نکالنا اس کا شوق نہیں بلکہ کاروبار ہے۔ لیکن جب لڑا اس کے سامنے آئی تو وہ اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔

لڑا اس اخبار کے دفاتر کا معائنہ کرتے ہوئے بہت متاثر دکھائی دے رہی تھی لیکن اس نے اپنی حیرت اور پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلاشبہ وہ بہت بڑا اخبار تھا۔ جس میں پانچ ہزار آدمی رات دن کام کرتے رہتے تھے۔ ہر شعبے کے لیے علیحدہ علیحدہ عمارتیں تھیں اور اس کی اشاعت ساٹھ لاکھ کے قریب تھی۔ بیٹ بکر نے لڑا کا تجزیہ کرنے میں غلطی کی تھی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ خوب صورت اور نوجوان سی لڑکی اخباری صنعت کے بارے میں اتنا بہت کچھ جانتی ہوگی۔

دفاتر کا معائنہ ختم ہوا تو اخبارات کے ڈائریکٹران کی میٹنگ طلب کی گئی۔ اس میں لڑا بھی شریک تھی اور جب میٹنگ ختم ہوئی تو لڑا واشنگٹن ٹریبون انٹرنیشنل کی نئی مالکہ بن چکی تھی۔

اس فیصلے کے ساتھ ہی بیٹ بکر نے لڑا کے سامنے اپنا استعفیٰ رکھ دیا۔

”یہ کیا ہے مسٹر بکر۔“ لڑا نے پوچھا۔

”میرا استعفیٰ میڈم!“ بیٹ بکر نے کہا ”میں نے پندرہ برس اس اخبار کی خدمت کی ہے اور اب محسوس کرتا ہوں کہ شاید میری یہاں ضرورت نہیں رہے گی۔“

”تس نے کہہ دیا کہ تمہاری ضرورت نہیں ہوگی۔“ لڑا نے اس کی طرف دیکھا ”یہ درست ہے کہ تمہارا اخبار بہت بڑا ہے لیکن اب اسے عظیم بنانا ہے اور اس کے لیے تمہارا تجربہ ہمارے کام آئے گا۔ آج سے تمہاری تنخواہ دُگنی کی جارہی ہے اور تم ہی اس کے ایڈیٹر انچیف رہو گے۔ بالکل پہلے کی طرح۔“



زندگی نے انہیں بچالیا تھا۔

”مجھے کچھ نہیں چاہیے۔“ جون کے بجائے اس لڑکے نے جواب دیا تھا۔
”اوہ۔ تو تم انگریزی جانتے ہو۔“
”ہاں۔“
”کیا نام ہے تمہارا۔“

”کمال۔“ اس لڑکے نے بتایا اور اس سے پہلے کہ ڈانا س سے کچھ اور معلوم کر سکتی وہ ایک طرف کو چلا گیا۔
ہر طرف خبریں ہی خبریں تھیں۔ یہ خبریں جنگ کی تھیں ورا من کی تھیں۔ شاید امن کا معاہدہ ہونے والا تھا۔ اقوام متحدہ حرکت میں آگئی تھی لیکن ابھی تک اس کی کوئی عملی صورت دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اسی دوران میں سرائیو کا واحد اخبار بھی تباہ ہو چکا تھا۔ اس کی عمارت اڑا دی گئی تھی۔ ڈانا نے اس اخبار کی ٹوٹی ہوئی عمارت کے سامنے کھڑے ہو کر کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”اب تک اس شہر اور اس ملک میں عمارتیں تباہ ہوتی رہی ہیں۔ لوگ مرتے رہے ہیں لیکن یہ ایک قتل ہوا ہے۔ انتہائی جارحانہ قتل۔ سچائی کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے تاکہ حق کی آواز باہر نہ سنی جاسکے“ مذہب دنیا کو اس لیے پر جتنا بھی افسوس کرنا چاہیے۔ وہ بہت کم ہے۔“

دوسرے دن بیٹ بیکر اور اس کے اخبار کی طرف سے ڈانا کے لیے بہت سے تحفے آگئے تھے۔ جن میں کھانے پینے کی بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ جو اس نے دوسرے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں۔ اس دن وہ کمال کو زبردستی اپنے ساتھ ایک اسٹور میں لے گئی۔ جہاں سے اس نے کمال کے لیے چند جوڑے جوتے، کچھ چلوئیں اور قمیصیں وغیرہ خرید کر اس کے حوالے کر دیں۔ ڈانا اس لڑکے کے لیے اپنے دل میں محبت کے جذبات محسوس کر رہی تھی۔ شاید وہ اس کا گم شدہ چھوٹا بھائی تھا یا دوست تھا۔ کچھ بھی تھا۔ وہ اس کی ہمدردی اور توجہ کا مستحق تھا۔

”کیا تم میڈم کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے!“ جون نے درشت لہجے میں کمال سے پوچھا۔
کمال کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ اچانک رونے لگا تھا۔ ڈانا نے پیار سے اس کے شانے پر چھکی دینی شروع کر دی ”نہیں۔ نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ بھول جاؤ یہ سب سب ٹھیک ہے۔“

کمال ایک لفظ کے بغیر اپنا پیکٹ اٹھا کر ایک طرف چل دیا تھا۔

”جون۔ اس قسم کے بے آسرا بچے کہاں رہتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں۔ یہ بے چارے اپنی زندگی کس طرح گزارتے ہیں؟“ ڈانا نے جون سے پوچھا۔

”بس میڈم۔ یہ بچے بے چارے بھٹکتے رہتے ہیں اور جہاں سے جو مل جائے کھائی کر گزارا کر لیتے ہیں۔“ جون نے بتایا ”بات یہ ہے کہ ان کی کوئی زندگی ہی نہیں ہے۔“

ایک بار پھر امن کی خبریں تیزی سے گردش کر رہی تھیں۔ اخباری نمائندے آپس میں اس موضوع پر بحث کر رہے تھے۔ بصرے کر رہے تھے۔ ڈانا کو ایک بار پھر سڑی کے پروفیسر کا خیال آگیا۔ وہ شاید اس موضوع پر کوئی مفید بات بتا سکتا تھا۔

پروفیسر نے اس بار اور بھی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا تھا ”تم کو ایک بار پھر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مس ڈانا۔“ اس نے کہا ”تم یقیناً حالیہ امن سمجھوتے پر بات کرنے آئی ہو گی لیکن میں تمہیں بتاؤں۔ یہ سب وقتی باتیں ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ مخلوط حکومت نہیں چل سکتی۔ ہر گروپ اپنے حصے کی زیادہ سے زیادہ طاقت کا طلب

اور ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بیٹ بیکر نے جب یہ رپورٹ سنی تو اس کے ہونٹوں پر ایک شفقت بھری سگراہٹ نمودار ہو گئی ”ڈانا واقعی بہت بڑا کام کر رہی ہے۔“ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا ”اس کے لیے ٹک لرائے پر نہیں بلکہ اب خرید لینا چاہیے۔“

ڈانا اپنی رپورٹ کے بعد جب ہوٹل واپس پہنچی تو کرنل کورڈن اس کے انتظار میں تھا۔ اس کو دیکھ کر ڈانا کچھ خوف زدہ ہو گئی تھی ”مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ آپ سے یہاں ملاقات ہوگی۔ ورنہ میں شاید جلدی آجاتی۔“

”کوئی بات نہیں۔“ کرنل نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا ”یہاں کسی سالگرہ کی تقریب میں شریک ہونے کے لیے نہیں آیا بلکہ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“

”جی فرمائیں۔“ ڈانا کو اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

”میں نے اخبار کے بارے میں ابھی تمہاری رپورٹ سنی۔“ کرنل نے کہا ”اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے معاملات میں مداخلت ہے۔ کون آزاد ہے اور کون آزاد نہیں ہے یہ دیکھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تمہارا کام رپورٹنگ کرنا ہے۔ ہمیں سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ ہم

”نہیں۔ ایسا نہ کریں۔“ کمال اچانک خوف زدہ ہو گیا تھا ”پولیس مجھے پکڑ کر لے جائے گی۔ وہ لوگ یہ سب برداشت نہیں کر سکتے۔“

”چلو ٹھیک ہے۔“ ڈانا نے ایک گہری سانس لی ”میں ایسا نہیں کروں گی۔“

دوسرے دن ڈانا نے ہوٹل کی رہائش ترک کر دی تھی۔ اس نے شہر سے کچھ فاصلے پر ایک فارم ہاؤس کرائے پر لے لیا تھا۔ دوسری ایجنسیوں کے نمائندوں کا یہ خیال تھا کہ اتنی زیادہ شہرت نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے الگ سمجھنے لگی ہے اسی لیے اس نے اپنی رہائش کہیں اور کر لی ہے۔ ہوٹل میں موجود ہر غیر ملکی نامہ نگار ڈانا کے خلاف اسی قسم کی باتیں سوچنے لگا تھا۔

ایک دوپہر کو ڈانا کے نام ایک بہت بڑا پیکٹ آیا۔ سب کے سب اس پیکٹ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ اس بار ڈانا نے پیکٹ کی تمام چیزیں ان ہی لوگوں میں تقسیم کر دی تھیں لیکن اس بار ہوٹل کے کلرک نے ان لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”مجھے افسوس ہے لیکن یہ پیکٹ مس ڈانا کا ہے اور ان کی ہدایت ہے کہ یہ پیکٹ صرف ان کے بھیجے ہوئے نمائندے کو دیا جائے۔ کسی اور کے حوالے نہ کیا جائے۔“

نامہ نگاروں کو یہ بھی بُرا محسوس ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈانا نے اپنے آپ کو ہر طرح ان لوگوں سے الگ کر لیا تھا۔ اس نے اپنی دنیا کہیں اور بسالی تھی۔ ڈانا کے نام آئے ہوئے پیکٹ کو لینے کے لیے کمال آیا تھا۔ اس نے خاموشی سے پیکٹ اٹھایا اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ سب اس کی طرف دیکھتے رہ گئے تھے۔ تین چار دنوں کے بعد ڈانا کے لیے ایک اور اس سے بھی بڑا پیکٹ موصول ہوا تھا۔

”میں نے تو یہ سوچ لیا ہے کہ میں ڈانا کا سراغ لگا کر رہوں گا۔“ بی بی سی کے نمائندے ہرمن نے کہا ”ڈرا دیکھیں تو سہی۔ وہ کہاں رہتی ہے۔“

”ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔“ نکولائی نے کہا۔

کچھ دیر کے بعد جب کمال پہلے کی طرح پیکٹ وصول کر کے ہوٹل سے باہر جانے لگا تو یہ سب کے سب اسے گھیر کر کھڑے ہو گئے ”گھبراؤ نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ وہاں جانا چاہتے ہیں، جہاں ڈانا رہتی ہے۔“ ہرمن نے کہا ”ہم سب اس کے دوست ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔“

”آؤ۔ تم ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“ نکولائی نے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

گار ہے۔ جو لوگ ایک دوسرے کا وجود تک برداشت نہیں کر سکتے، وہ اقتدار کی میز پر کس طرح ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔“

پروفیسر بھی مایوس تھا۔ ڈانا بھی مایوس تھی۔ پورا شہر امیدوں کا دامن اپنے ہاتھوں سے چھوڑ بیٹھا تھا۔ اب کچھ بھی نہیں ہونے والا تھا۔ سوائے مزید بربادی اور مزید تباہی کے۔ ڈانا کی ٹیم کے پاس اب اپنا سٹیلٹ ٹرک تھا۔ انہیں وقت حاصل کرنے کے لیے یوگوسلاویہ سٹیلٹ آفس کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑتا تھا۔ سب کچھ ان کے اپنے اختیار میں تھا۔ وہ اپنی مرضی کی خبریں جمع کرتے۔ رپورٹ تیار کرتے اور اخبار والوں کو روانہ کر دیتے تھے۔

ڈانا نے ایک معمولی رپورٹر کی حیثیت سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا لیکن اب وہ ایک مثال بنتی جا رہی تھی۔ دنیا بھر کی نیوز ایجنسیاں اس کی خدمات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ انسانی حقوق کے نہ جانے کتنے اداروں نے اسے ایوارڈز دیے تھے۔ پوری دنیا میں کروڑوں لوگ اس کی رپورٹنگ کے وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھ جایا کرتے۔ ڈانا صرف ایک کیمرہ ہی نہیں تھی۔ جس نے ماحول کی تصویر اتاری اور لوگوں کے سامنے پیش کر دی بلکہ وہ جیتی جاگتی تصویر کشی کیا کرتی تھی۔ اس کے اپنے جذبات اور احساسات بھی اس کی رپورٹنگ میں شامل ہو جاتے تھے۔

کمال ڈانا کے لیے معصومیت اور مغلوبیت کا نمائندہ تھا اسی لیے وہ اس پر توجہ دے رہی تھی۔ ایک دن اس نے کمال کو اپنے ساتھ اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔ جون معمول کے مطابق ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔

”ہاں کمال یہ بتاؤ۔ تم کہاں رہتے ہو۔“ ڈانا نے پوچھا ”مجھے تمہارا گھر دیکھنا ہے۔“

کمال نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بس گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا پھر جب ڈانا نے کئی بار اس سے یہی بات کی تو اس نے ایک علاقے کا نام بتا دیا۔ جون نے اسی علاقے کی طرف گاڑی دوڑا دی تھی۔ بہت دیر کے سفر کے بعد وہ لوگ وہاں پہنچے تھے۔

وہ علاقہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔ مکانوں کے صرف ڈھانچے ہی رہ گئے تھے۔ کمال نے ایک ڈھانچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا ”میں یہاں رہتا ہوں۔ میرے کچھ ساتھی بھی ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ریکارڈنگ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارے حالات پوری دنیا کو بتاؤں گی۔“

ڈرائیور نے بڑی تیز رفتاری سے وین کو اتر پورٹ کی طرف دوڑا دیا۔ یہ ڈانا کی زندگی کا ایک خطرناک سفر تھا۔ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اگر راستے میں انہیں چیک کر لیا جاتا تو سب کے سب مارے جاتے لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ لوگ خیریت کے ساتھ رن وے تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں ریڈ کر اس کا ایک طیارہ ان کے انتظار میں کھڑا تھا۔

”جلدی۔“ پائلٹ نے آواز لگائی ”ہم لوگ پہلے ہی ہیں منٹ لیٹ ہو چکے ہیں۔“

بچوں کو جلدی جلدی طیارے میں سوار کرایا گیا۔ سب سے آخر میں کمال طیارے میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت اس نے ڈانا سے پوچھا ”مس۔ کیا ہم پھر کبھی مل سکیں گے؟“ ڈانا نے اسے سینے سے لگالیا تھا۔ اس کے پاس کمال کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ آنے والے وقت کا اندازہ کسی کو بھی نہیں ہوتا۔ طیارے کا دروازہ بند ہوا۔ اس نے رن وے پر دوڑنا شروع کر دیا پھر وہ ایک جھٹکے سے پرواز کر گیا۔ پیرس کی طرف۔ جہاں محفوظ مستقبل ان بچوں کا انتظار کر رہا تھا۔

اس وقت ڈانا اور اس کے ساتھیوں کے پاس دو گاڑیاں آکر رک گئیں۔ ایک گاڑی سے کرنل گورڈن اترتا تھا۔ جس کے چہرے پر بلا کی سفاکی تھی ”مس۔“ اس نے ڈانا کو مخاطب کیا ”میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی حماقت مت کرو اور جو کچھ تم نے کیا ہے، اس کی سزا موت بھی ہو سکتی ہے۔ ہم تمہیں حراست میں لے رہے ہیں۔“



طاقت اور اقتدار کا ایسا احساس جس نے اولیور کو ساتویں آسمان تک پہنچا دیا تھا۔

وہ اب امریکا کا صدر تھا۔ دنیا کی ساری سیاست ساری معیشت اس کے گرد گھوم رہی تھی۔ وہ اب کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس نے جو کچھ حاصل کر لیا تھا، اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اور اس کی بیوی جان وہاٹ ہاؤس کا معائنہ کر رہے تھے۔ طاقت اور دولت کا مرکز۔ ایک سو بیس کمروں کی عالی شان عمارت۔ جس میں بیس غسل خانے تھے۔ سو ٹمنگ پول۔ جمنازیم، تھیٹر اور نہ جانے کیا کیا۔ جس کے ارد گرد اٹھارہ ایکڑ پر سبزہ پھیلا ہوا تھا۔

”خدا کی پناہ۔ یہ سب تو خواب کی طرح محسوس ہو رہا ہے۔“ جان نے چلتے چلتے کہا۔

”ہاں۔۔۔ اور یہ ایسا خواب ہے جس کی تعبیر ہم نے

کمال خاموشی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کچھ دیر میں گاڑیوں کا ایک قافلہ شہر سے باہر کی طرف جا رہا تھا۔ اجڑے ہوئے راستوں سے گزرتے ہوئے یہ قافلہ ایک فارم ہاؤس کے پاس آکر رک گیا۔ وہ عمارت بھی آدمی تباہ ہو چکی تھی ”مس ڈانا وہاں رہتی ہیں۔“ کمال نے اس عمارت کی طرف اشارہ کیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم آگے جاؤ۔ ہم لوگ بعد میں پہنچیں گے۔“ ہرمن نے کہا ”ہم انہیں حیران کرنا چاہتے ہیں۔“

لیکن جب وہ لوگ فارم ہاؤس میں داخل ہوئے تو وہاں کا منظر دیکھ کر خود حیران رہ گئے تھے۔ وہ کمر بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ نادار بچے، زخمی بچے، مسکراہٹوں سے محروم اور جنگ کے اثرات سے تباہ ہونے والے بچے۔ ڈانا بڑے انہماک اور محبت کے ساتھ ان بچوں میں تحفے تقسیم کر رہی تھی۔ نامہ نگاروں کی ٹیم یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

”ارے تم لوگ!“ ڈانا نے حیرت سے پوچھا ”تم لوگ کیسے چلے آئے۔“

”ہم لوگ تو کچھ اور سوچ کر آئے تھے ڈانا۔“ ہرمن نے کہا ”لیکن یہاں آکر احساس ہوا کہ تم ایک عظیم عورت ہو۔ تم ان بچوں کے لیے جو کچھ کر رہی ہو، وہ ہمارے بس کا روگ نہیں تھا۔“

”یہ بچے انسانیت کا مستقبل ہیں ہرمن۔“ ڈانا دھیرے سے بولی ”لیکن اب خود ان کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ کوئی نہیں ہے ان کا۔ خوشیاں ان کے لیے بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ زندہ رہنا چاہتے ہیں لیکن کس طرح زندہ رہیں۔ یہاں کی پولیس انہیں سستے یتیم خانوں میں داخل کر دے گی۔ جہاں یہ ایریاں رگڑتے ہوئے مرجائیں گے۔ کاش کوئی ایسا طریقہ ہو کہ میں انہیں باہر بھجوا سکوں۔“

”ایسا ایک طریقہ ہے۔“ ہرمن نے بتایا ”میرا ایک دوست ایک جہاز لے کر آنے والا ہے۔ وہ بہت خوشی سے۔۔۔ ان بچوں کو اپنے ساتھ پیرس لے جائے گا۔ جہاں پہنچ کر یہ محفوظ ہو جائیں گے۔“

”اگر ایسا ہو جائے تو میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔“

”نہیں ڈانا۔ شکر گزار تو ہم سب ہیں تمہارے۔ ہم سب۔“

دوسری رات ایک بڑی سی وین فارم ہاؤس کے پاس آکر رک گئی۔ جس پر ریڈ کر اس کا نشان بنا ہوا تھا۔ ان بچوں کو اندھیرے میں وین میں سوار کرایا گیا۔ ڈانا کے ساتھ ہرمن بھی موجود تھا۔ جب سب لوگ وین میں سوار ہو گئے تو

کرو۔

”لیکن جو میرے ذہن میں ہے۔“ اولیور کچھ ہچکچاتا تھا۔

”دیکھو اولیور۔“ ڈیوس کا لہجہ سرد تھا ”یہ درست ہے کہ تم میرے داماد ہو لیکن میں نے تمہارا انتخاب صرف اس بنیاد پر نہیں کیا بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ تم ایک محب وطن انسان ہو اور ذہین ہو۔ جبکہ میں بھی تمہاری طرح محب وطن ہوں۔ میں اس ملک کو اور بھی عظیم دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناقابل تسخیر ہو جائے لیکن اس کے لیے ہمیں مناسب حکمت عملی اختیار کرنی ہوگی۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ایک مدت کے لیے صدر بننا کوئی بڑی کامیابی نہیں ہے۔ تم نے بہت کچھ سوچ رکھا ہوگا۔ تمہارے ذہن میں اپنے منصوبے ہوں گے لیکن ہوتا کیا ہے کہ جب تم ان منصوبوں پر عمل کرنے کی پوزیشن میں آؤ گے تو ہاتھ چلے گا کہ تمہاری مدت ختم ہو چکی۔ اب تم کچھ بھی نہیں کر سکتے اسی لیے امریکی تاریخ میں وہی صدر کامیاب رہے ہیں جو کم از کم دو مدت کے لیے صدر بنے ہوں۔ انہوں نے پھر پوری آزادی سے کام کیا۔ ان کے سر پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ اسی طرح تم کو بھی کم از کم دو مدت کے لیے صدر بننا ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم یہ فہرست دیکھ لینا۔“

اولیور اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا تھا پھر اس نے فہرست اٹھالی۔ ایک اسپتال میں بڑی ہوئی میرا کو اب ہوش آنے لگا تھا۔ اس نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور قریب کھڑا ہوا ڈاکٹر اس کی طرف متوجہ ہو گیا ”بتاؤ۔ کیا تم کوئی بیان دے سکتی ہو؟“ بارے میں کچھ بتا سکتی ہو۔“

میرا پلکیں جھپک کر رہ گئی تھی۔ دوسری طرف وہاٹ ہاؤس کے نگراں نے اولیور کے سامنے سلیقے سے فائل کیے ہوئے کچھ کاغذات رکھ دیے ”جناب صدر۔ یہ ان مہمانوں کے نام ہیں۔ جنہیں آپ کی صدارت کے پہلے ڈنر پر مدعو کیا جائے گا۔ یہ غیر ملکی صنعت کار، سفارت کار اور معزز شہری وغیرہ ہیں۔ مختلف ریاستوں کے گورنر اور سینیٹ کے لوگ۔ آپ ذرا ان ناموں کو ایک بار ملاحظہ فرمائیں۔“

اولیور نے ان ناموں کا معائنہ شروع کر دیا۔ اٹلی کا سفیر اور اس کی بیوی بھی اس فہرست میں شامل تھے۔ وہی عورت جو ایک بار اپنے شوہر کے ساتھ اولیور کو اس وقت ملی تھی جب وہ اپنی ریاست کا گورنر تھا اور اولیور نے اس سے زیادہ

حاصل کر لی ہے۔“ اولیور نے تبصرہ کیا۔ جان اب امریکا کی خاتون اول تھی اور اولیور کو اس پر خوشی بھی ہوتی تھی۔ وہ ایک ایسی عورت تھی جس نے اور جس کے باپ نے ہر طرح اس کا ساتھ دیا تھا اور اسے اس مقام تک پہنچا دیا تھا۔ اولیور جان کو رخصت کر کے اپنے دفتر آ گیا۔ وہاٹ ہاؤس کا پہلا دن، پہلی دفتری مصروفیت، یہاں ٹیک اس کے انتظار میں تھا۔ دونوں نے بڑی گرم جوشی سے معائنہ کیا تھا۔

”جناب صدر۔ آپ کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔“ ٹیک نے کہا۔

”کیسی بات کرتے ہو۔ میں تمہارے لیے وہی اولیور ہوں۔“

”ہاں تمہائی میں۔“ ٹیک مسکرا دیا ”بہر حال۔ اب تمہارے شانوں پر عظیم الشان ذمے داریوں کا عظیم الشان بوجھ ہے اور تم کو بڑی ہوشیاری سے سب کو ذیل کرنا ہے۔ لوگوں کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ واشنگٹن میں اس وقت ہزاروں غیر ملکی سفارت کار اور اتنے ہی اخبارات اور ٹی وی کے نمائندے ہیں۔ سب تمہاری ایک ایک حرکت کی نگرانی کر رہے ہیں اور تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ اس منصب کے لیے تم سب سے زیادہ اہل تھے اسی لیے تم آج یہاں ہو۔“

اولیور کو اسی وقت سینٹر ڈیوس کے آنے کی اطلاع ملی۔ اولیور نے اسے اپنے دفتر میں بلا لیا تھا۔ ٹیک، ڈیوس کے آتے ہی باہر چلا گیا تھا۔ ڈیوس اور اولیور بہت گرم جوشی سے ملے تھے۔

”اس وقت تم انسانی ترقی کی انتہا پر ہو۔“ ڈیوس نے کہا ”پوری دنیا میں تمہارے مقابلے کا کوئی نہیں ہے۔ میں نے تمہارے لیے جو خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر آج مل گئی ہے۔“

”جی ہاں۔ یہ سب آپ کی وجہ سے ممکن ہو سکا ہے۔“

”ایسا نہ کہو۔ ہاں۔ میں نے تمہاری مدد کی ہے لیکن تمہاری اپنی صلاحیتیں بھی کم نہیں ہیں۔ اب تمہارے لیے سب سے اہم کام ایک مناسب کابینہ کو تشکیل دینا ہے۔“

”جی ہاں۔ یہ بات میرے ذہن میں ہے۔“ اولیور نے گردن ہلائی ”اور میں نے اس بارے میں کچھ سوچ بھی رکھا ہے۔“

”جو کچھ تم نے سوچا ہے، اس کو بھول جاؤ۔“ ڈیوس نے کہا۔ پھر اپنی جیب سے کچھ کاغذات نکال کر اولیور کی طرف بڑھا دیے ”تم اس فہرست کو دیکھو اور اس کے مطابق عمل

معلوم ہے کہ وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے کیونکہ میں نے اس کو چھوڑ کر تم سے شادی کر لی تھی۔ بس وہ اسی بات کا بدلہ لے رہی ہے۔“

اسی شام ڈیوس اس سے ملنے آگیا۔ وہ بھی متفکر دکھائی دے رہا تھا ”اولیور یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ یہ لڑکی تمہاری ساکھ برباد کر کے رکھ دے گی۔“

”آپ تو بیک گراؤنڈ سے واقف ہیں جناب۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ یہ سب کیوں کر رہی ہے۔“

”ہاں۔ میں جانتا ہوں لیکن اس کو ہر قیمت پر روکنا ہوگا۔ ورنہ تم تباہ ہو کر رہ جاؤ گے۔“

”یہی تو مشکل ہے۔ امریکی آئین اور قانون کے تحت ہم کسی اخبار کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔“

”اس کو روکنے کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں۔“ ڈیوس مسکرا دیا ”میں تمہیں بتاؤں وہ لڑکی اب بھی تم سے محبت کرتی ہے۔“

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب!“

”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اس کی یہ حرکتیں یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ تمہیں فراموش نہیں کر سکی ہے۔ تم اس کے اسی جذبے سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہی اس کی کمزوری ہے۔ تم اس سے جا کر ملو۔ اگلے ہفتے جو سرکاری دعوت ہو رہی ہے اس میں اس کو بھی مدعو کرو اور ہو سکے تو کچھ دنوں کے لیے اسے اپنے ساتھ کہیں لے جاؤ۔ بہت خاموشی سے بلکہ ایسا کرو۔ اسے ور جینیا لے جاؤ۔ وہاں پر ایک مکان ہے۔ ایک دور دراز علاقے میں۔ جس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ یہ ہے اس مکان کا نقشہ اور یہ اس کی چابی۔ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔“

”آپ نے تو ساری منصوبہ بندی کر لی ہے جناب۔“

”ہاں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ مجھے تمہاری حفاظت کے لیے چوکھی لڑنی پڑتی ہے۔ تمہارے لیے میں ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں اور تمہاری بھلائی کے لیے سوچتا رہتا ہوں۔ جان کی طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں اسے کچھ دنوں کے لیے اپنے ساتھ فلوریڈا لے جا رہا ہوں اور اس کی غیر موجودگی میں تمہیں یہ مہم سر کر لینی چاہیے۔ یاد رکھو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔“

ڈیوس کے جانے کے بعد اولیور بہت دیر تک مکان کے پتے اور چابی کو دیکھتا رہا تھا۔

لڑا کو جب اولیور کا دعوت نامہ ملا تو اس نے انکار نہیں کیا تھا۔

غوب صورت عورت آج تک نہیں دیکھی تھی۔

”ٹھیک ہے۔“ اس نے زبردست لب لباب سے کہا۔

لہرست واپس کر دی ”بہت مناسب فہرست ہے۔“

گمراہ کے جانے کے بعد اس نے اسپتال فون کیا۔ وہ میرا کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ دوسری طرف اسے بتایا گیا ”جناب صدر۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آسکا ہے لیکن اہم پوری دیکھ بھال کر رہے ہیں۔“

وہاں ہاؤس کا عالی شان ہال مختلف ممالک کی چھوٹی چھوٹی جھنڈیوں سے سجا ہوا تھا۔

اس رات اس ہال میں حسن اور طاقت کا امتزاج دیکھنے میں آ رہا تھا۔ دنیا کے طاقت ور ترین ممالک کے طاقت ور ترین سفیر اس ڈنر میں شریک تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیگمات تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ ایسی خواتین بھی تھیں جن کی امریکی معاشرے میں بہت زیادہ اہمیت تھی۔ اولیور ان ہال میں ان کے درمیان گھومتا پھر رہا تھا۔ وہ اس وقت مرکز نگاہ بن چکا تھا پھر اسے اٹلی کے سفیر کی حسین ترین بیوی سلویا کھائی دے گئی۔ وہ مسکراتا ہوا اس کے پاس آگیا۔

”مجھے یقین تھا کہ تم ایک نہ ایک دن اس منصب کو ضرور پہنچ جاؤ گے۔“ سلویا نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ تمہارا۔ کیا ہم بعد میں مل سکتے ہیں۔“

”ضرور۔“ سلویا نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا تھا۔

اسی ہفتے ایک اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ”صدر انکم ٹیکس کے ایک فراڈ میں ملوث ہیں۔“ اولیور کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ خبر اس کے بارے میں تھی اور وہ اخبار لڑا اسٹیوارٹ کا تھا۔ اولیور کی سمجھ میں سب کچھ آگیا تھا لیکن اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ دو دنوں کے بعد ایک دوسری خبر کی سرخی نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

وہ خبر یہ تھی کہ موجودہ صدر اولیور میرا نام کی ایک لڑکی لاپتہ کی تلاش کے ذمے دار ہیں۔ صدر نے اس پر مجرمانہ حملہ کیا۔

اولیور چکر اکر رہ گیا۔ یہ دوسری خبر واشنگٹن ٹریبون میں شائع ہوئی تھی جو بہت ہی طاقت ور اخبار تھا۔ اس کی بیوی جان اس اخبار کی ایک کاپی لیے ہوئے اس کے دفتر میں داخل ہوئی ”اولیور۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے بارے میں یہ کیسی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔“

”یہ سب لڑا کا کیا دھرا ہے۔“ اولیور نے بتایا ”تم کو تو

اولیور چکر اکر رہ گیا۔ یہ دوسری خبر واشنگٹن ٹریبون میں شائع ہوئی تھی جو بہت ہی طاقت ور اخبار تھا۔ اس کی بیوی جان اس اخبار کی ایک کاپی لیے ہوئے اس کے دفتر میں داخل ہوئی ”اولیور۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے بارے میں یہ کیسی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔“

”یہ سب لڑا کا کیا دھرا ہے۔“ اولیور نے بتایا ”تم کو تو

اولیور چکر اکر رہ گیا۔ یہ دوسری خبر واشنگٹن ٹریبون میں شائع ہوئی تھی جو بہت ہی طاقت ور اخبار تھا۔ اس کی بیوی جان اس اخبار کی ایک کاپی لیے ہوئے اس کے دفتر میں داخل ہوئی ”اولیور۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے بارے میں یہ کیسی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔“

”یہ سب لڑا کا کیا دھرا ہے۔“ اولیور نے بتایا ”تم کو تو

اولیور چکر اکر رہ گیا۔ یہ دوسری خبر واشنگٹن ٹریبون میں شائع ہوئی تھی جو بہت ہی طاقت ور اخبار تھا۔ اس کی بیوی جان اس اخبار کی ایک کاپی لیے ہوئے اس کے دفتر میں داخل ہوئی ”اولیور۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے بارے میں یہ کیسی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔“

”یہ سب لڑا کا کیا دھرا ہے۔“ اولیور نے بتایا ”تم کو تو

وہاٹ ہاؤس میں ہونے والی یہ دعوت بھی ہمیشہ کی طرح شاندار تھی۔ اولیور لڑا کو دیکھ کر مبسوت رہ گیا تھا۔ وہ اتنی ہی خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ آگے بڑھ کر لڑا کا ہاتھ تھام لے لیکن اس نے احتیاط سے کام لیا تھا ”ہیلو لڑا۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“

”یہی حال میرا بھی ہے جناب صدر۔“

”اوہ۔ تم مجھے اولیور کہہ کر بھی مخاطب کر سکتی ہو۔“

اولیور نے کہا ”نرا۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ باتیں یہاں نہیں ہو سکتیں۔ ان کے لیے رازداری شرط ہے۔ واشنگٹن سے کچھ فاصلے پر ور جینیا میں ایک مکان ہے۔ تم کل رات ٹھیک آٹھ بجے وہاں پہنچ جاؤ۔“

”آجاؤں گی۔“ لڑا مسکرا دی تھی۔

اولیور اس کو مکان کا پتا سمجھا کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اس نے اس دعوت میں ایک عرب کو دیکھا جس کی نگاہیں اولیور پر مرکوز تھیں۔ وہ جدھر بھی جاتا، اس کی نگاہیں اولیور کا تعاقب کرتی رہتیں۔ اولیور کچھ الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے اپنے ایک سیکریٹری سے اس عرب کے بارے میں دریافت کیا ”کون ہے یہ آدمی۔“

”یہ کسی عرب ریاست کا سیکریٹری ہے جناب صدر۔“

اسے بتایا گیا۔

اسی رات اولیور کو ایک ہنگامی میٹنگ میں شریک ہونا پڑا۔ لیبنان نے ایٹم بم حاصل کر لیا تھا اور خیال یہ تھا کہ یہ بم اسرائیل کے خلاف استعمال ہوگا۔ ساری رات اسی موضوع پر میٹنگ ہوتی رہی تھی۔ یہ سوچا جا رہا تھا کہ ایسی صورت میں امریکا کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے۔

اولیور نے دن بھر آرام کیا تھا۔ شام کے وقت اس نے دو چار سرکاری ملاقاتیں کیں اور سات بجے ایک چھوٹی سی گاڑی لے کر ور جینیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ وہاٹ ہاؤس کا ایک قابل اعتماد ڈرائیور بھی تھا۔ ڈیوس کا وہ مکان بھی بہت شاندار تھا اور یہ واقعی ایسی جگہ تھا جہاں اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ٹھیک آٹھ بجے لڑا بھی چلی آئی تھی۔ وہ بہت بن سنور کر آئی تھی۔

”نرا۔“ اولیور نے جذباتی انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا ”میں تم سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔“

لڑا نے آنکھ بھر کر اس کی طرف دیکھا پھر انکار میں اپنی گردن ہلا دی ”نہیں۔ میں تم سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی۔ یہ

میری مجبوری ہے۔ البتہ میں تم سے ناراض تھی۔ تم پر غصہ تھا کہ تم نے مجھے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ میرے جذبات اور احساسات کی پروا نہیں کی تھی۔“

”اب ایسا نہیں ہوگا۔“ اولیور واقعی جذباتی ہو رہا تھا ”اب میں صرف اور صرف تمہارا ہوں۔“

اس رات کو دونوں پھر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تھے۔ اولیور اس کے لیے بے پناہ جذبے محسوس کر رہا تھا۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب وہ اس نازک سی لڑکی کو کبھی دکھ نہیں دے گا۔ اس کا خیال رکھے گا۔ لڑا اس رات اس کے سینے سے لگ کر کئی بار بڑی طرح رو پڑی تھی۔

اولیور اس رات واشنگٹن کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اب وہ لڑا کی طرف سے بالکل مطمئن تھا۔ اس نے گاڑی میں ہی سے اپنے سر سینیٹر ڈیوس کو فون کر کے صورت حال بتا دی تھی ”اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے جناب۔ میں سمجھتا ہوں اب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“

”اوہ۔ یہ تو واقعی بہت اچھی خبر ہے۔“ ڈیوس کی آواز میں اطمینان کا اظہار تھا۔

لیکن دوسری صبح اولیور کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھی۔ واشنگٹن ٹیبون میں ڈیوس کے اس مکان کی تصویر چھپی تھی۔ جہاں اولیور اپنا وقت گزار کے آیا تھا اور اس تصویر کے نیچے لکھا تھا ”صدر اولیور کی نئی خفیہ طرب گاہ۔“



اولیور چکر اکر رہ گیا تھا۔

یہ سب کس طرح ہو گیا۔ گزشتہ رات لڑا تو بہت جذباتی دکھائی دے رہی تھی پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی۔ کیا یہ سب کچھ ٹانگ تھا۔

سینیٹر ڈیوس کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا۔ وہ امریکا میں پریس کی طاقت سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی خبروں اور تصویروں کی اشاعت کے بعد اولیور کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنے طور پر اس معاملے سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنے دفتر سے لڑا کو فون کیا ”ہیلو لڑا۔ میرا خیال ہے کہ تم مجھے بھولی نہیں ہوگی۔“

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے جناب۔ آپ تو میرے محسن ہیں لڑا نے کہا“ فرمائیے کیسے زحمت کی۔“

”لڑا بات یہ ہے کہ کل پرسوں میں نے اپنی کمپنیوں کے معاملات کا جائزہ لیا تو مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ہماری طرف سے تمہیں بہت کم اشتہارات دیے جا رہے ہیں۔ پھر میں نے سوچ لیا کہ ہماری طرف سے تمہیں اتنے اشتہارات ملنے

چاہئیں کہ تمہیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔“ آپ کا بہت بہت شکریہ جناب کہ آپ نے اس طرح سوچا ہے۔“ لیکن اس کے عوض تمہیں میرا تھوڑا سا ساتھ دینا ہو گا لڑا۔“

”ہاں ضرور۔ آپ فرمائیں میں آپ کے کس کام آسکتی ہوں۔“

”یہ تمہارے اخبار میں اولیور کے خلاف جو مہم شروع ہوئی ہے اس کا سلسلہ بند ہو جائے تو اچھا ہے۔“

”مسٹر ڈیوس اگر آپ کے پاس جس دن کوئی اس سے بڑی لالچ ہو اس دن آپ مجھ سے بات کریں۔ فی الحال خدا حافظ۔“ اور دوسری طرف سے ریسپور رکھ دیا گیا تھا۔

بیٹ بیکر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لڑا کو کیا سمجھے! اس نے اپنی طویل صحافتی زندگی میں لڑا جیسی مضبوط ارادے کی عورت نہیں دیکھی تھی۔ اس کے فیصلے کی قوت حیرت انگیز تھی اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ جو بھی فیصلہ کر لیتی اس میں اسے بے پناہ کامیابی حاصل ہوتی۔ وہ جس چیز کو خریدنے کا ارادہ کرتی اسے حاصل کر لیتی۔ اس نے جس صحافی، جس کالم نگار کو دوسرے اخباروں سے توڑنا چاہا۔ اس نے شاید شکست کا منہ ہی نہیں دیکھا تھا۔ بیٹ بیکر اس کی تیز رفتاری سے پریشان ہوا جا رہا تھا۔ لڑانے اب امریکا سے باہر پاؤں پھیلانے شروع کر دیے تھے۔ بیٹ بیکر کے خیال میں وہ اس وقت دنیا کی مضبوط ترین عورت تھی۔ اس کا طرز زندگی لوگوں کو پریشان کرتا رہتا تھا۔ اس کا کسی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کوئی انیسٹر نہیں تھا۔ اس کی زندگی شاید ایک ہی محور کے گرد تھی اور وہ تھا طاقت کا حصول۔

اخبار کے مختلف شعبوں کے ایڈیٹر اس کے گرد جمع ہوتے اور وہ ان سے صرف ایک بات کہا کرتی کہ یاد رکھو کہ یا تو تم نمبروں ہو یا پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمارے لیے درمیان کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر ہم کچھ بھی نہیں ہیں تو پھر اس اخبار میں کسی کی بھی موجودگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔

بیٹ بیکر نے جب صدر اولیور کی خبروں کی طرف توجہ دلائی تو اس نے کہا ”مسٹر بیکر۔ میرا مقصد اس آدمی کو اس کے عہدے سے ہٹانا ہے۔ اس کو آئندہ کے لیے صدر نہیں بننا ہے کیونکہ وہ آدمی اس قابل نہیں ہے۔ بس ہمارا صرف یہی ایک مقصد ہے۔“

بیٹ بیکر اس دن ایک اہم میٹنگ میں شرکت کے لیے جا ہی رہا تھا کہ ڈبلو، ٹی، امی کا ایک ڈائریکٹر گھبرایا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا ”جناب۔ سرائیو میں ڈانا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔“

”کیا!“ بیٹ بیکر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ”کیا کہہ رہے ہو۔ کس جرم میں!“

”کچھ مظلوم بچوں کو پناہ دینے کے جرم میں۔“ اسے بتایا گیا۔

بیٹ بیکر نے اسی وقت اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ شروع کر دیا تھا۔ ڈانا اس کے لیے ایک سرمائے کی طرح تھی اور وہ اس کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کر سکتا تھا۔



ڈانا کو ایک چھوٹی سی کوٹھری میں رکھا گیا تھا۔ اس کے جسم پر لباس بھی ناکافی تھا۔ اسے یہ بتایا گیا تھا کہ بہت جلد اسے فائرنگ اسکوڈ کے سامنے کھڑا کر کے گولی مار دی جائے گی۔ اس کوٹھری میں اس کی چیخ دپکار، بیسکار تھی پھر جب کوٹھری کا دروازہ کھلا اور کرنل گورڈن کوٹھری میں داخل ہوا تو اس نے سمجھ لیا کہ اب اس کا آخری وقت آپہنچا ہے۔ لیکن اس کے برعکس کرنل نے کہا تھا ”ہماری بد قسمتی ہے کہ دنیا بھر کے دباؤ کی وجہ سے ہم تمہیں رہا کر رہے ہیں۔ بس اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ اور آئندہ اس ملک کی طرف آنے کی کوشش مت کرنا۔“

ڈانا کی رہائی امریکی حکومت کے شدید دباؤ کی وجہ سے عمل میں آئی تھی۔ اولیور نے اس معاملے میں خود دلچسپی لی تھی۔ اقوام متحدہ نے مداخلت کی تھی۔ تب جا کر ڈانا کو رہائی نصیب ہو سکی تھی۔ اسے فوراً ہی امریکا کے لیے جہاز پر سوار کر دیا گیا تھا۔

ڈانا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے لوگ اس کے استقبال کے لیے آسکتے ہیں۔ بیٹ بیکر کے علاوہ درجنوں اخباری نمائندے، ٹی وی کیمرہ مین، شہر کے معزز لوگ، سب کے سب اسے لینے کے لیے آئے تھے۔ ڈانا اب کوئی گمنام شخصیت نہیں تھی۔ وہ اب ایک معروف شخصیت بن چکی تھی۔ طیارے سے اترتے ہی اسے گھیر لیا گیا تھا۔ طرح طرح کے سوالات۔ سب ہی اس کے تاثرات معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ اس کا انٹرویو لینا چاہتے تھے لیکن وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ بیٹ بیکر اسے سب سے بچا کر گاڑی میں لے آیا تھا۔

”خدا کی پناہ۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ میں اس

عذاب سے نجات پا چکی ہوں۔“ اس نے کہا۔

”اس کے لیے تمہیں اپنی حکومت کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ خاص طور پر ٹیک کا۔ صدر اولیور کا اور سب سے بڑھ کر لڑا کا۔ جس نے تمہاری رہائی کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ اس وقت ادارے کی طرف سے تمہارے لیے ایک اپارٹمنٹ حاصل کر لیا گیا ہے۔ جہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ جب تک جی چاہے تم آرام کرو۔ اس کے بعد اپنا کام شروع کر دینا۔ ہم سب تمہارے منتظر ہیں کیونکہ تم بہت اہمیت اختیار کر گئی ہو۔“

ڈانا نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ بول رہے تھے۔ ہر طرف سکون تھا۔ کہیں سے بندوقوں کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ کہیں بھی توپوں کی گھن گرج نہیں تھی۔ عورتوں اور بچوں کا قتل نہیں ہو رہا تھا۔ ڈانا یہ سوچ رہی تھی کہ وہ جہاں سے آئی ہے کیا وہ بھی اسی پرسکون دنیا کا ایک حصہ ہے۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات تو یہ تھی کہ باقی دنیا کو ان لوگوں کے حالات کی کوئی پروا ہی نہیں تھی۔ انسان روز بروز بے حس ہوتا چلا جا رہا تھا۔

اس کے لیے جو فلیٹ منتخب کیا گیا تھا، وہ بھی بہت خوب صورت تھا۔ اس میں آرام کی ہر چیز موجود تھی۔ ڈانا سے آرام کے لیے کہا گیا تھا لیکن وہ آرام کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو مصروف کر دینا چاہتی تھی۔ اسے سرائیو کے بچے یاد آ رہے تھے۔ کمال یاد آ رہا تھا۔

بیٹ بیکر نے اسے بہت حیرت سے دیکھا تھا کیونکہ وہ دوسرے ہی دن اس کے دفتر پہنچ گئی تھی ”ارے۔ تمہیں تو کچھ دن آرام کرنا تھا ڈانا۔“

”میں آرام نہیں کر سکتی جناب۔“ ڈانا نے ایک گہری سانس لی ”میرے سینے پر بہت بڑا بوجھ ہے۔ میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا چاہتی ہوں۔“

”اوہ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں لڑا سے ملواؤں۔ جو اس پورے ادارے کی مالک ہے۔“

دونوں عورتوں نے گہری دلچسپی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور گرم گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا ”میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں میڈم۔“ ڈانا نے کہا۔

”تمہارا رہا ہونا بہت ضروری تھا۔“ لڑا نے کہا ”کیونکہ یہ ہمارے ادارے کی ساکھ کا معاملہ تھا۔ بہر حال تم آگئی ہو۔ بہت اچھی بات ہے۔ اب تم کب سے کام شروع کر دینا چاہتی ہو۔“

”میں اسی لیے آئی ہوں۔“

”وہاٹ ہاؤس کی کوریج کرنے والا ہمارا نمائندہ استعفیٰ دے کر چلا گیا ہے۔“ بیٹ بیکر نے بتایا ”میرا خیال ہے کہ ڈانا اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔“

ڈانا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ یہ واقعی بہت دلچسپ اور اہم کام تھا۔

بیٹ بیکر اسے اپنے ساتھ اخبار کے ریسٹوران میں لے آیا تھا۔ اس نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ ڈانا نے کچھ کھایا نہیں تھا۔ ڈانا انکار کرتی رہ گئی تھی ”نہیں مسٹر بیکر۔ مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔ کھانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا۔“

”زندہ رہنے کے لیے کھانا بہت ضروری ہے۔ ورنہ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گی۔“

”جو کچھ میں دیکھ کر آئی ہوں اس کے بعد واقعی کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ یہاں والوں کو اس جنگ کی تلخیوں کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔“

”احساس ہے ڈانا لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں! پوری دنیا تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ بس اب تم خاموش رہو۔ مجھے آرڈر دینے دو۔ تمہیں میرے ساتھ کھانا ہے۔“

اسی دوران میں اخبار کا اسپورٹس ایڈیٹر ان کی میز کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے ڈانا سے ہاتھ ملایا تھا ”میں تمہارا بہت مداح ہوں ڈانا۔“ اس نے کہا ”تم نے جس انداز سے رپورٹنگ کی ہے، وہ انداز کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکا۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر جیف۔“ ڈانا بڑبڑائی۔

”تم بہت تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہو۔ اپنی تھکن کو دور کرنے کے لیے اگر بیس بال کا ایک میچ دیکھنا چاہو تو مجھے بتا دینا۔ پرسوں میچ ہو رہا ہے۔“

”تم اس گیم کی بات کر رہے ہونا جس میں کچھ لوگ ایک گیند کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں اور ایک آدمی نشانہ لگا تا رہتا ہے۔“

”ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔“

”میں نے بھی دیکھا ہے۔“ ڈانا کی آواز اچانک تیز ہو گئی تھی ”کچھ ایسے لوگوں کو جو اپنی جانیں بچانے کے لیے دوڑ رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے، عورتیں اور مرد۔ ان کو نشانہ بنایا جا رہا تھا اور وہ کوئی گیم بھی نہیں تھا۔ وہ موت کا تعاقب تھا۔ موت کا اور ہم یہاں بیس بال کی بات کر رہے ہیں۔“

ڈانا۔

”بہت بہت شکریہ جناب صدر۔ یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔“

”ہم تمہارے اخبار کے مداح تو نہیں ہیں لیکن ہمیں ضرور پسند کرتے ہیں۔“ اولیور نے کہا ”بہر حال اگر تم فوری طور پر کام شروع کرنے کے موڈ میں ہو تو اسٹیٹ سیکرٹری سے تمہیں مینٹگ کر کے ہرزے گویا کے بارے میں مکمل بریفنگ دیٹی ہے۔ کیا تم تیار ہو؟“

”جی ہاں جناب صدر۔“ ڈانا نے گردن ہلا دی۔

ڈانا نے درجن بھرا ہم آدمیوں کے سامنے محاذ جنگ کے بارے میں اپنے تاثرات اور مشاہدات سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ سب ہی اس کے بہت شکر گزار تھے۔

دوسری طرف جیف نے اسے زندگی کی طرف واپس لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ وہ اسے گیم دکھانے لے جاتا۔ پارک لے جاتا اور یہ باور کراتا کہ زندگی میں جذبے اہمیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کو ہر وقت اپنے اوپر مسلط نہیں کر لینا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ سراجیو میں لوگ مر رہے ہیں لیکن ہم یہاں بیٹھ کر ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے اسی لیے رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح ہم خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

اس کی باتیں آہستہ آہستہ ڈانا کی سمجھ میں آتی جا رہی تھیں۔ وہ اب ہنسنے لگی تھی۔ جیف اسے اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ ایک ہمدرد اور ذہین انسان تھا۔ اس کی باتیں بھی بہت دلچسپ ہوا کرتیں۔ ان باتوں نے ڈانا کو زندگی کی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔

ایک دن اسے کمال کا خط ملا جو پیرس کے ایک ادارے سے بھیجا گیا تھا۔ کمال اسی ادارے میں تھا۔ اس نے اپنے حالات لکھے تھے اور یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اب اپنی زندگی خود بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہاں بہت سکون و آرام سے ہے۔ ڈانا نے اس کا خط ملتے ہی بے قرار ہو کر اسے فون کر ڈالا۔ بہت دیر کے بعد کمال سے اس کا رابطہ ہو سکا تھا ”کیسے ہو کمال۔“ اس نے دریافت کیا۔

”ٹھیک ہوں۔ مادام۔“ کمال نے جواب دیا۔

”کمال۔ کیا تم میرے پاس واشنگٹن آنا پسند کرو گے؟“

”کیا!“ کمال حیران رہ گیا۔

”ہاں۔ میں تمہیں اپنے پاس بلا کر رکھنا چاہتی ہوں۔“

دوسری طرف سے کمال نے آنسوؤں سے بوجھل آواز میں اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اس رات جیف کے ساتھ ٹہلنے

جیف اور بیکر حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے۔ ڈانا اس رستوران سے باہر چلی گئی تھی۔

”اس کو کیا ہوا ہے۔“ جیف نے حیرت سے پوچھا۔

”یہ ابھی تک اپنے آپ میں نہیں آسکی ہے۔“ بیکر دھیرے سے بولا ”یہ ابھی تک اسی ماحول میں ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ کہیں نفسیاتی مریضہ نہ بن جائے۔“

ڈانا ریسٹورنٹ سے نکل کر اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیا وہ پاگل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے خود پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ ورنہ یہ اخبار والے اسے برداشت نہیں کریں گے۔ اس کی چھٹی ہو جائے گی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ جیف کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں رکھی ہوئی تھیں ”تم نے اپنا بیچ یوں ہی چھوڑ دیا تھا ڈانا۔“ اس نے کہا۔

”نہیں مسٹر جیف۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”تمہاری مرضی۔ تم یہ نہیں چاہتی ہو کہ میں یہاں نوکری کروں۔ مسٹر بیکر نے یہ دھمکی دے رکھی ہے کہ میں اگر تمہیں کچھ کھلانے میں ناکام رہا تو وہ مجھے نوکری سے نکال دیں گے۔“

ڈانا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ اس نے ٹرے میں رکھا ہوا سینڈویچ اٹھالیا تھا۔ پھر جب جیف نے اسے میچ کی دعوت دی تو وہ انکار نہیں کر سکی تھی۔ وہ وہاٹ ہاؤس میں ٹیک کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

”میں نے تو یہ سوچا تھا کہ تم دو چار دن آرام کرو گی۔“ ٹیک نے کہا ”لیکن تم نے تو آتے ہی کام شروع کر دیا۔“

”میں جلد سے جلد مصروف ہو جانا چاہتی تھی مسٹر ٹیک اور ویسے بھی مجھے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کی جلدی تھی۔ اگر آپ لوگ اس معاملے میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے تو میری رہائی ممکن نہیں ہو سکتی تھی مسٹر ٹیک۔“

”یہ تو ہمارا فرض تھا۔“ ٹیک نے کہا ”اور ویسے بھی اب تم کوئی عام شخصیت نہیں ہو بلکہ پورا امریکا تمہارا مداح ہے۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ جناب۔“

اسی وقت اولیور کمرے میں داخل ہو گیا۔ ڈانا اور ٹیک دونوں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ اولیور نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے ڈانا سے ہاتھ ملایا تھا ”وطن واپسی مبارک ہو مس

ہوئے ڈانا نے بتایا ”جیف۔ میرا ایک دوست میرے پاس رہنے کے لیے آ رہا ہے۔“

”تمہارا دوست۔“ جیف نے چونک کر اس کی طرف

دیکھا۔

ڈانا کو اس کے تاثرات دیکھ کر خوشی ہوئی تھی پھر جب اس نے کمال کے بارے میں بتایا تو وہ بھی مسکرا دیا تھا۔ اس رات پہلی بار دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔



اس ہوٹل کا نام کالی چر تھا۔

یہ واشنگٹن کے نواحی علاقے کا ایک ہوٹل تھا۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ ہوٹل کا منیجر معمول کے مطابق ہوٹل کے رجسٹر میں اس دن کے مسافروں کا اندراج دیکھ رہا تھا۔ پہلی منزل کے سوٹ میں ایک پرانی اداکارہ آکر ٹھہری ہوئی تھی۔ جس نے کسی زمانے میں اپنی اداکاری کے ذریعے لوگوں کو مسحور کر رکھا تھا اور بیس سال کے بعد وہ پھر ایک اسٹیج پلے میں کام کر رہی تھی۔ دوسری منزل کے سوٹ میں اسٹوں کا ایک تاجر تھا۔ اسی طرح تیسری چوتھی منزل تک وہ لوگ تھے جو اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ اس ہوٹل کی پانچویں منزل کا سوٹ وی آئی پی کہلاتا تھا۔ سب سے خوب صورت، سب سے شاندار، اس میں بہت ہی خاص لوگ ٹھہرائے جاتے تھے۔ ان کی آمد کو خفیہ رکھنے کے لیے سوٹ ہی میں ایک لفٹ بھی نصب تھی جو سیدھی گیرج تک جاتی تھی۔ اس طرح اس ہوٹل میں قیام کرنے والا شخص دو سروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

منیجر جرمی کو یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ اس وی آئی پی سوٹ میں کوئی مسٹر جیک نام کا آدمی قیام پزیر تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا۔ جرمی نے یہ نام پہلے نہیں سنا تھا۔ کم از کم اس کے علم میں جیک نام کا ایسا کوئی آدمی نہیں تھا جو اتنا اہم ہو کہ اسے پانچویں منزل کا سوٹ دے دیا گیا ہو۔ بہر حال وہ جو کوئی بھی تھا، اس کے بارے میں صبح ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

اس وقت ہر سوٹ میں ٹھہرے ہوئے لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ جبکہ پانچویں منزل کے وی آئی پی سوٹ کی صورت حال سب سے مختلف تھی۔ اس شخص کے سامنے ایک کم عمر لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی جس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ لڑکی اس وقت بے لباس تھی۔ وہ شخص بڑی طرح گھبرایا ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا، وہ اچانک ہی ہوا تھا۔ بہر حال اسے... جو بھی کرنا تھا، جلدی جلدی کرنا تھا۔ اس

نے لڑکی کے مردہ جسم کو جلدی جلدی لباس پہنایا۔ پورے کمرے کا جائزہ لے کر ہر جگہ سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا دیے پھر اس لڑکی کی لاش کو لفٹ میں ڈال کر گیرج میں لے آیا۔ جہاں اس نے لاش ایک طرف پھینک دی۔ اپنی گاڑی میں بیٹھا اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

لڑکی کی لاش ہوٹل کے ایک ملازم نے دریافت کی تھی اور فوری طور پر اس سانحے کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی۔ جاسوس ہیری نے یہ اندازہ لگایا کہ اس لڑکی لاش وی آئی پی سوٹ سے لائی گئی ہے کیونکہ صرف اسی سوٹ کی لفٹ گیرج میں آکر ختم ہوتی تھی۔ گیرج میں داخلے کے سارے دروازے اس وقت بند تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وی آئی پی سوٹ میں ہر جگہ سے انگلیوں کے نشانات کو مٹانے کی دانستہ کوشش کی گئی تھی۔ لفٹ کے مٹن کو بھی رومال سے صاف کیا گیا تھا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس لڑکی کی موت وی آئی پی سوٹ میں ہوئی ہے۔“ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا ”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کون ٹھہرا تھا؟“

”یہ نہیں معلوم۔“ جرمی نے بتایا ”فون کے ذریعے ریزرویشن ہوئی۔ نقد رقم دی گئی اور جیک نامی ایک شخص نے یہ سوٹ حاصل کر لیا۔ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکا۔ کیونکہ اس میں آنے جانے کا راستہ بالکل الگ ہے۔“

اس دوران میں ایک اہل کار نے لڑکی کی انگلی میں پھنسی ہوئی انگلی اٹا رہی تھی۔ اس انگلی پر ڈبلو جے کا نشان کھدا ہوا تھا ”یہ نشان تو اور سیو کے ایک اسکول کا ہے۔“ ہیری نے بتایا ”اس اسکول کی کئی لڑکیاں ایسی ہی انگلیاں پہنتی ہیں، میں جانتا ہوں اور یہ بے چاری اپنی عمر سے بھی اسکول ہی کی طالبہ معلوم ہوتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور سیو کے اسکول کی ایک طالبہ یہاں واشنگٹن آتی ہے اور شہر کے ایک منگے ترین ہوٹل کے منگے ترین سوٹ میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ آخر کیوں۔ یہ کیا معما ہے۔ مسٹر جرمی کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس سوٹ میں قیام کرنے والے نے کسی کو فون کیا تھا۔“

”یہ میں نہیں بتا سکتا۔ آپ ریٹرتا سکتا ہے۔“

آپ ریٹرتے بتایا کہ اس سوٹ سے کسی رات ایک فون کیا گیا تھا۔ ہیری کو فون کا نمبر بتا دیا گیا۔ نمبر سن کر ہیری کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا۔

”کیا ہو گیا مسٹر ہیری!“ جرمی نے پوچھا۔

”یہ۔ یہ نمبر تو وہاٹ ہاؤس کا ہے۔“ ہیری نے بتایا۔



”ہاں۔ اسکول کے لڑکوں کا ایک گروپ وہاٹ ہاؤس دیکھنے گیا ہوا ہے اور وہ لوگ ہوٹل ایمرڈری میں ٹھہرے ہیں۔“

اس لڑکے کا نام پال تھا۔ ہیری اسے اپنے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر لے آیا تھا۔ پال بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نوجوان لڑکا تھا ”کیا۔ کیا میں خود کو گرفتار سمجھوں؟“ اس نے ہیری سے پوچھا۔

”کس لیے۔ کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟“ ہیری نے سوال کیا ”میں تمہیں اس لیے لایا ہوں تاکہ تم کچھ باتوں کے جواب دے سکو۔ یہ بتاؤ۔ کیا تم اس انگوٹھی کو پہچانتے ہو؟“ اس نے انگوٹھی پال کے سامنے کر دی۔

”ہاں یہ ہمارے اسکول کی انگوٹھی ہے۔“ پال نے بتایا۔ ”میری انگوٹھی کہیں گم ہو گئی ہے۔“

”گم ہو گئی ہے یا تم نے کسی کو تحفے میں دے دی ہے۔“ پال نے اقرار کر لیا تھا کہ اس نے اپنے اسکول کی ایک لڑکی کو وہ انگوٹھی تحفے میں دی تھی۔ وہ اس لڑکی سے محبت کرتا تھا اور دونوں بہت جلد شادی کرنے والے تھے۔

”اب وہ لڑکی کہاں ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔ کل میری اس سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ہم اسکول کے ساتھ وہاٹ ہاؤس گئے ہوئے تھے وہاں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی لیکن کیا ہوا ہے ہیلن کے ساتھ۔“

”وہ مر چکی ہے۔“ ہیری نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔

”کیا!“ پال بڑی طرح چونک پڑا تھا۔ اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور اس کی یہ حرکت مصنوعی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

”بہتر یہی ہے کہ تم سچ بتا دو۔ کیا ہوا تھا؟“

”ہم سب وہاٹ ہاؤس کی سیر کرتے پھر رہے تھے۔ ہیلن کو واش روم جانا تھا۔ وہ ہم سے الگ ہو کر ایک طرف چل گئی۔ اس کی واپسی پندرہ منٹ کے بعد ہوئی تھی۔ اس وقت وہ بہت پرجوش دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ واشنگٹن کے ایک ہوٹل کے وی آئی پی سوٹ میں کسی ملنے کے لیے جانے والی ہے۔ وہ بہت اہم آدمی ہے۔ جس سے اس کی ملاقات ہونے والی تھی۔“

”کون تھا وہ؟“

”یہ میں نہیں بتا سکتا کیونکہ اس نے مجھ سے قسم لے لی تھی۔“ پال نے انکار کرتے ہوئے کہا ”بہر حال میری اس سے یہ آخری ملاقات تھی۔“

اولیور کی بیوی جان نے ناشتے کی میز پر اولیور سے دریافت کیا۔ ”کل رات تم کہاں تھے!“

”میں نے بتایا تاکہ میں ایک میٹنگ میں تھا۔“ اولیور کو اپنے دل کی دھڑکنیں واضح طور پر سنائی دینے لگی تھیں۔

”لیکن وہ میٹنگ تو کینسل کر دی گئی تھی۔“ جان زود رنج ہو کر بولی ”نہ جانے تم کیا کیا کرتے پھر رہے ہو۔“

اولیور نے جان کا ہاتھ تھام لیا ”تم میری طرف سے بدگمان مت ہو۔ میں ہر حال میں تمہارا ہوں۔ زندگی میں اور بھی معاملات ہوتے ہیں جن کو نمٹانا پڑتا ہے۔“

پیٹر ٹیک کے لیے اب اولیور کو سنبھالنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس کے لیے جعلی میٹنگ کا اہتمام کرتا۔ جان سے بہانے کرتا اور اس کے لیے مختلف خفیہ جگہوں کا انتظام کرتا رہتا۔ ایک دن جب اس نے ڈیوس سے اولیور کے اس

رویے کی شکایت کی تو ڈیوس نے صرف اتنا کہا ”دیکھو پیٹر۔ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی مکمل نگرانی اور حفاظت کرو۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دو۔ بس اس بات کا خیال رکھو کہ وہ کسی الجھن میں نہ پھنس جائے۔“

پولیس کے سراغ رساں ہیری نے لڑکی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کر لی تھی۔ رپورٹ کے مطابق میز کے کونے سے لڑکی کو چوٹ لگی تھی لیکن موت کی وجہ یہ نہیں تھی۔

اس کی موت ”جوش“ نام کے ایک ہیجان خیز مشروب پینے کی وجہ سے ہوئی تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں کی گئی تھی بلکہ جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی مرضی سے ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب کچھ کرنے والا یا تو

اس کی جان پہچان کا تھا یا وہ اتنا باختیار اور طاقتور انسان تھا کہ لڑکی نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا تھا۔

لڑکی کے اسکول کی پرنسپل نے اسے بتایا ”ہاں۔ کچھ عرصے پہلے تک اس قسم کی انگوٹھیاں ہمارے اسکول میں رائج تھیں لیکن پچھلے دنوں انتظامیہ نے طالب علموں سے یہ

انگوٹھیاں واپس لے لیں لیکن ہمارے ریکارڈ کے مطابق ابھی بھی دو طالب علموں کے پاس وہ انگوٹھیاں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی ہے جس کا نام پاؤلا ہے۔“ پرنسپل نے لڑکی کا

حلیہ بتا دیا۔

”نہیں۔ یہ وہ لڑکی نہیں ہے۔“ اور دوسرا طالب علم

کون ہے؟

”وہ ایک لڑکا ہے۔ آج کل واشنگٹن میں ہے۔“

”کیا کہا۔ وہ یہیں ہے۔“

”کل صبح تک تم اس آدمی کا نام بتادو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔“

ہیری نے وہاٹ ہاؤس فون کر کے صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا لیکن دوسری صبح اس کے لیے بہت بھیاں تک ثابت ہوئی تھی۔ وہ جب پال کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ مرد کا تھا۔ اس کی لاش پٹھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے شاید خود کشی کر لی تھی۔



ان خبروں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔

مرنے والی لڑکی ایک ریاست کے گورنر کی بیٹی تھی۔ جبکہ اس کا دوست پولیس کی تحویل میں مردہ پایا گیا تھا۔ یعنی لڑکی کے قتل کا اب کوئی گواہ ہی نہیں رہا تھا۔ دیگر اخبارات نے تو خبریں شائع کی تھیں لیکن واشنگٹن ٹریبون نے براہ راست صدر اولیور کی صلاحیتوں پر حملہ کیا تھا۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ صدر اولیور حکومت چلانے کا اہل نہیں ہے اور وہ جرائم کو کنٹرول نہیں کر سکتا۔ واشنگٹن میں جرائم کی شرح بڑھتی جا رہی ہے جبکہ سٹون میں جرائم کی شرح میں پچیس فی صد کمی ہو گئی ہے اور یہ کامیابی سینیٹر جارج کی وجہ سے ممکن ہو سکی ہے۔

بیٹ بیکر اس ادارے کو لے کر لڑا کے پاس پہنچ گیا تھا ”میڈم ہمارے اخبار نے یہ سب کیا لکھا ہے۔ یہ انصاف نہیں۔ بے چارہ صدر واشنگٹن میں جرائم کو کس طرح روک سکتا ہے۔ اس کے لیے شہر کا میئر۔۔۔ اور پولیس کا ادارہ موجود ہے پھر آپ نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ سٹون میں جرائم کی شرح میں کمی ہوئی ہے اور سینیٹر جارج کی کوششیں رنگ لارہی ہیں۔“

”وہ اس لیے کہ اس ملک کا آئندہ صدر جارج کو ہونا چاہیے۔“ لڑا نے کہا ”میرے نزدیک وہ سب سے اہل امیدوار ہے اور وہ اس وقت ہمارے دفتر میں موجود ہے۔ ہم اس کے ساتھ لہج کر رہے ہیں۔ کیا تم ہمارا ساتھ دو گے مسٹر بیکر۔“

”جی نہیں۔ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔“ بیٹ بیکر اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

لہج بہت پر تکلف تھا۔ لہج کے دوران میں لڑا نے سینیٹر جارج کے سامنے پتا پھینک دیا تھا ”میں اچھی طرح جانتی ہوں سینیٹر کہ آپ میں کتنی انتظامی خوبیاں ہیں اور ان ہی خوبیوں کی وجہ سے میں یہ چاہتی ہوں کہ امریکا کے آئندہ صدر آپ ہی ہوں۔ میں اور میرا ادارہ آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون

کرنے کو تیار ہے۔“

جارج کے ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔ لڑا مسکرا دی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جارج کس مزاج کا آدمی ہے۔ اس کی کمزوریوں کی پوری فائل لڑا کے پاس موجود تھی لیکن لڑا کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہ شخص صدر بن کر اس کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا۔

لڑا کو ہیلن کے کیس سے بھی دلچسپی تھی۔ اس نے پوسٹ مارٹم کرنے والے عملے سے کہہ رکھا تھا کہ جوں ہی کوئی نئی بات معلوم ہو اسے فوراً بتایا جائے۔ وہ عملہ لڑا کی طاقت سے واقف تھا اسی لیے جب لڑا جارج کی دعوت سے فارغ ہوئی۔ اسی وقت فون آگیا ”ہیلو میڈم۔ آپ نے گورنر کی بیٹی ہیلن کے بارے میں جاننے کی خواہش کی تھی نا۔“

”ہاں۔ ہاں۔ بتاؤ کیا بات ہے؟“

”اس کی موت ایک مشروب پینے سے ہوئی ہے جس کا نام ”جوش“ ہے۔“ اسے بتایا گیا۔

”اوہ۔“ لڑا یہ سن کر سکتے میں رہ گئی تھی۔ اسے بہت سی باتیں یاد آنے لگیں۔ یہ مشروب اسے اولیور نے پلانے کی کوشش کی تھی ”بہت بہت شکریہ۔“ اس نے ریسپور رکھ دیا۔

پھر اس نے ایک رپورٹر فرینک کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔ فرینک ایک ذہین اور ہوشیار سراغ رساں کی طرح تھا۔ اندر کی خبریں لانے میں اسے ملکہ حاصل تھا ”فرینک۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بڑی رازداری کے ساتھ ہیلن کی موت کی تحقیقات کرو۔ اس سلسلے میں جتنا خرچ ہو اس کی پروا مت کرنا۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کی موت میں صدر اولیور ملوث ہے۔“

فرینک اپنے ہونٹ بھیج کر رہ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ لڑا کوئی بات یوں ہی نہیں کرتی۔

فرینک نے اسی وقت سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ فرینک نے ہیلن کی ماں گورنر جیکبی سے ملاقات کی۔ دونوں سترہ برس کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے اور مرنے والی ہیلن سولہ برس کی تھی۔ گورنر جیکبی کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں ”میں تو صرف ایک بات جانتی ہوں کہ میری بیٹی کا قتل پال نے نہیں کیا۔ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔ دونوں شادی کرنے والے تھے۔ اس نے حالات سے گھبرا کر خود کشی کی ہے۔ ہیلن کا خون کسی اور نے کیا ہے اور میں اس بے رحم کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔“

فرینک نے گورنر جیکبی سے بات کی لیکن کوئی مفید بات

سامنے نہیں آسکی۔ اس نے پال کے والدین کو فون کیا لیکن وہاں سے بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا اور اس مایوسی کے عالم میں اس کی ملاقات ناترا سے ہو گئی۔ ناترا ایک مخبر تھا۔ شرابی اور عیاش۔ فرینک کو اس سے چڑھوس ہوتی تھی لیکن اس کی خبریں بہت مستند ہوا کرتی تھیں۔

”کیا خیال ہے ایک خبر کا سودا کر رہے ہو؟“ ناترا نے پوچھا ”دو ہزار ڈالر لوں گا۔ بہت ہی خاص خبر ہے۔“

”پہلے خبر کی نوعیت بتاؤ۔“

”اس کا تعلق اس مرنے والی لڑکی ہیلن سے ہے۔“

”دوم۔“ فرینک چونک پڑا ”سودا ہو گیا۔ اب بتاؤ کیا خبر ہے؟“

”اس ہوٹل کے سوئٹ سے اس وقت وہاٹ ہاؤس میں ایک فون کیا گیا تھا جس وقت وہ لڑکی وہاں موجود تھی۔“ ناترا نے بتایا۔

”کیا!“

”ہاں۔ میری ایک دوست اس ہوٹل کی آپریٹر ہے۔ اسی نے یہ خبر دی ہے۔“

فرینک کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔ کیا لڑکی بات سچ ہونے والی ہے کہ اس قتل میں صدر اولیور ملوث ہے۔ فرینک نے وہاٹ ہاؤس میں مخبری کے ذریعے یہ پتا چلایا کہ اولیور اس رات فوجی جرنیلوں کے ساتھ ایک اہم میٹنگ میں شریک ہونے وہاٹ ہاؤس سے باہر چلا گیا اور اس کی واپسی تین بجے ہوئی تھی۔ فرینک مایوس ہو کر بیٹھ جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے ان فوجی جرنیلوں میں سے ایک کو جا پکڑا۔

”جناب صدر کے ساتھ ہونے والی میٹنگ اگر دفاعی نوعیت کی تھی تو کچھ نہ بتائیں۔ اگر یوں ہی تھی تو میں ضرور جانتا چاہوں گا۔“

”اودہ مسٹر فرینک۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس میٹنگ کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکوں گا کیونکہ وہ میٹنگ سرے سے ہو ہی نہیں سکی تھی۔ کینسل ہو گئی تھی۔“



اولیور بہت خوش تھا۔

اس کے ذریعے ایک ایسا کارنامہ انجام ہونے والا تھا جس کا اعزاز کسی امریکی صدر کو حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان مستقل امن۔ یہ پیشکش عربوں کی ایک تنظیم مجلس کی طرف سے ہوئی تھی۔ ایران بھی اس تنظیم کی حمایت میں تھا۔ اولیور کو مقتدر عرب حکمرانوں سے ملاقات کے لیے کھلے سمندر میں بلایا گیا تھا۔

اولیور اپنی جان کی پروا کئے بغیر وہاں چلا گیا تھا۔ حالانکہ اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اسے اغوا کیا جاسکتا تھا، مارا جاسکتا تھا۔ اسرائیل کے خلاف جنگ کی ابتدا ہو سکتی تھی اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اس سے کہا گیا کہ وہ عربوں اور اسرائیل کے درمیان امن کی راہیں ہموار کرے کیونکہ عرب اس فصول جنگ سے اکتا چکے ہیں۔ وہ پوری دنیا کو اپنا تیل فروخت کرنا چاہتے ہیں اور اولیور اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ وہ امریکا کا صدر ہے۔

اولیور نے اس سمندری میٹنگ سے واپس آکر جب فیک کو یہ خبر سنائی تو وہ بھی خوش ہو گیا تھا ”یہ بہت بڑی بات ہے جناب۔ آپ کا نام امریکی صدروں میں سب سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔“

اولیور اپنے کمرے میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ اسے ڈیوس کے آنے کی خبر مل گئی۔ اس نے ڈیوس کو اپنے کمرے میں بلالیا ”میں نے سنا ہے کہ تم عربوں اور اسرائیل کے درمیان کسی قسم کا امن معاہدہ کروانے والے ہو۔“ ڈیوس نے پوچھا۔

”جی جناب۔ یہ اس صدی کی سب سے بڑی خبر ہے۔“

”احتمق ہو تم۔ تم ایسا نہیں کرو گے؟“

”کیا!“ اولیور نے ناقابل یقین نگاہوں سے ڈیوس کی طرف دیکھا۔

”تم جانتے ہو یہ امن کیا چیز ہے۔ یہ پورے امریکا کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ہزاروں اسلحہ ساز فیکٹریاں بند ہو جائیں گی۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہو جائیں گے۔ ہمارے تیل کے میدان بنجر ہو جائیں گے۔ تمہیں ایسا کچھ نہیں کرنا ہو گا۔“

”لیکن یہ ہماری پالیسی۔“

”جنم میں گئی تمہاری پالیسی۔ تمہاری پالیسی وہی ہے جو میں کہوں سمجھے۔ یاد رکھو کہ تمہیں اس مقام تک لانے والا صرف میں ہوں اور تمہیں مجھ سے اختلاف نہیں کرنا ہو گا۔ ورنہ۔“ ڈیوس غصے میں بھرا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ اولیور دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔

اس دن اولیور کو ایک ایسا خط موصول ہوا جس نے اسے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ خط روانہ کرنے والے نے لکھا تھا ”جناب عالی۔ میں آپ کا بہت بڑا مداح ہوں اسی لیے میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی الجھن میں پھنس جائیں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہوں۔ اسی بھٹکنے کے دوران میں ایک رات میں ایک شاندار ہوٹل کے گیرج میں پہنچ گیا۔ وہاں میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ وی آئی پی

ایک حادثے میں مارا جا چکا ہے۔ فرینک بہت ہی بوجھل ہو کر واپس آیا تھا۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ سب کچھ دو جمع دو کی طرح واضح تھا۔ کڑیاں مل بھی رہی تھیں اور غائب بھی ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنا کمپیوٹر سنبھالا اور اب تک کی رپورٹ لکھنی شروع کر دی۔ اسی وقت دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا تھا۔

”کون ہے؟“ اس نے دروازے کے قریب آکر پوچھا۔
”ٹرا اسٹیوارٹ نے تمہارے لیے کچھ بھجوایا ہے۔“
باہر سے کسی کی آواز آئی۔

”اوہ۔“ فرینک نے دروازہ کھول دیا۔ اسی وقت ایک گولی اس کے سینے میں اترتی چلی گئی پھر ایک گہری تاریکی کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔



فرینک کا گھر پولیس والوں سے بھرا ہوا تھا۔ گھر کی ایسی حالت تھی جیسے اسے ادھیڑ کر رکھ دیا گیا ہو۔ یہ واردات ڈاکے وغیرہ کی نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے بہت بے رحمی سے گھر کی تلاشی لی گئی ہو۔ ہیری بہت گہری نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

کمپیوٹر میں بھی کچھ نہیں تھا۔ البتہ ہیری کو ایک کمپیوٹر ڈسک ضرور مل گئی تھی۔ جسے اس نے یہ سوچ کر رکھ لیا کہ شاید اس کے ذریعے کوئی سراغ مل سکے۔ فرینک کی بیوی ریٹا نے اپنے شوہر کے قتل کی خبر ریڈیو پر سنی تھی۔ وہ اس وقت کہیں اور تھی۔ بہر حال جب وہ گھر پہنچی تو پولیس والے مکان میں بھرے ہوئے تھے۔

”مجھے افسوس ہے کہ آپ کے شوہر کے ساتھ یہ حادثہ ہو گیا۔“ ہیری نے کہا ”کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ کے شوہر کس خبر پر کام کر رہے تھے؟“

”نہیں۔ یہ میں نہیں جانتی۔“ ریٹا نے انکار میں گردن ہلا دی ”فرینک مجھ سے ان معاملات پر کبھی گفتگو نہیں کرتے تھے۔“

ہیری نے گہری نگاہوں سے ریٹا کی طرف دیکھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ بہر حال اس وقت وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے واپس آ گیا۔

البتہ فرینک کے ہاں سے ملنے والی کمپیوٹر ڈسک نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ اس میں فرینک نے اپنا پورا بیان نوٹ کروا دیا تھا۔ کہانی بہت پہلے سے شروع ہوئی تھی۔ جب اولیور ایک ریاست کا گورنر تھا اور ایک لڑکی جوش نامی مشروب پینے سے ہلاک ہوئی تھی۔ پھر گورنر اولیور کی سیکریٹری کے ساتھ بھی یہی حادثہ ہوا اور وہ بے چاری کبھی ہوش میں

سوٹ کے لفٹ میں سے اپنی انگلیوں کے نشانات کو صاف کر رہے تھے۔ یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہو سکتا ہے۔ آپ اخبار والوں کو تو جانتے ہیں۔ وہ اس خبر کے عوض مجھے کتنا دے سکتے ہیں لیکن میں آپ کا مداح ہوں اسی لیے میں نے آپ سے رابطہ کیا ہے۔ آپ سوچ لیں میں پھر رابطہ کروں گا۔ آپ کا خیر خواہ۔“

اولیور نے وہ خط ٹیک کے سامنے رکھ دیا تھا ”ٹیک۔ یہ خط میری زندگی تباہ کر سکتا ہے۔ تم کو پتا چلانا ہے کہ یہ خط کس نے لکھا ہے اور کیوں لکھا ہے؟“

ٹیک کے لیے مشکلات کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن اسے ہر حال میں اولیور کی محافظت کرنی تھی۔ وہ اس خط کو لے کر پولیس کے ایک دوست کے پاس پہنچ گیا اور اس سے رازدارانہ لہجے میں بولا ”تم تو جانتے ہو کہ اس خط کی کیا اہمیت ہے؟ تم بس یہ پتا چلاؤ کہ اس خط پر کسی کی انگلیوں کے نشانات ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کس کے ہیں۔“

وہ پولیس والا آدھے گھنٹے میں واپس آ گیا تھا ”ٹیک تم خوش قسمت ہو کہ ہم نے فنگر پرنٹ کے ذریعے اس آدمی کا سراغ لگالیا ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ وہ شخص گزشتہ دنوں ایک حادثہ کر بیٹھا تھا اسی لیے اس کی انگلیوں کے نشانات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اس کا نام منگرمانی ہے اور وہ اسی ہوٹل کا ایک کلرک ہے جہاں وہ حادثہ ہوا ہے۔“

دوسری طرف فرینک نے بھی منگرمانی کا پتا چلا لیا تھا لیکن منگرمانی چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ اپنی بہن کے پاس۔ فرینک کو اس کا پتا حاصل کرنے میں بہت دشواری ہوئی تھی۔ پھر بھی اس نے منگرمانی کا پتا حاصل کر لیا تھا۔ وہ پہلے اس کی بہن کے پاس گیا۔ اس نے خود کو انکم ٹیکس آفیسر ظاہر کیا تھا ”کیا بتاؤں۔ ذرا ذرا سی بے پروائی سے انسان کتنی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ اب تمہارے بھائی نے کاغذات پر اپنے دستخط ہی نہیں کیے۔ ویسے یہ بہت بڑا جرم ہے۔ میں ذاتی طور پر اس سے واقف ہوں اسی لیے اسے بچانے کے لیے چلا آیا ہوں۔“

”لیکن وہ آج کل یہاں نہیں ہے۔“ منگرمانی کی بہن نے کہا ”کیس کیا ہوا ہے۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں نے تو اپنا فرض پورا کر دیا۔“ فرینک نے کہا ”اب اس کے ساتھ چاہے کچھ بھی ہو۔“

”نہیں۔ نہیں۔ ایک منٹ ٹھہر جاؤ۔“ اس کی بہن بول پڑی ”میں تمہیں منگرمانی کا پتا بتا دیتی ہوں۔“

لیکن فرینک کو دیر ہو چکی تھی۔ وہ جب منگرمانی کے پتے پر پہنچا تو وہاں پولیس پہلے سے موجود تھی۔ پتا چلا کہ منگرمانی

نہیں آسکی۔ پھر اسکول کی طالبہ ہیلن کے ساتھ یہی ہوا۔ اسی رات ہوٹل کے سوئٹ سے وہاٹ ہاؤس فون کیا گیا۔ اس ہوٹل کے ایک کلرک نے صدر اولیور کو اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے صدر کو ایک خط بھی لکھ مارا تھا۔ بعد میں وہ خود بھی ایک حادثے میں مارا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں تھیں اور ان کا لب لباب یہ تھا کہ صدر اولیور کم از کم چھ عدد قتل کے واقعات میں ملوث ہے۔

یہ رپورٹ جن لوگوں کے سامنے پڑھی گئی، ان میں چیف جسٹس اٹارنی جنرل اور ایف بی آئی کے سربراہ بھی تھے جو یہ سب سن کر سناٹے میں رہ گئے تھے۔

”خدا کی پناہ۔ یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔“ ایف بی آئی کے سربراہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا

”اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”ظاہر ہے ہم قانون کے تقاضے پورے کریں گے۔“

چیف جسٹس نے کہا ”ہم سب مل کر صدر سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد ضروری ہوا تو اس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا جائے گا۔“

ٹیک کو یہ اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی۔ اولیور اس وقت ایک ضروری میٹنگ میں تھا لیکن اس نے اولیور کو کمرے سے باہر بلا لیا۔ جب اس نے اولیور کو صورت حال سے آگاہ کیا تو اس کے چہرے کا رنگ بھی فق ہو گیا ”یہ۔ یہ۔ سب کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“

”میں جانتا ہوں جناب صدر۔ آپ یہ بتائیں کہ جس رات ہیلن کی موت ہوئی، اس رات آپ کہاں تھے؟“

”یہ۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔“ اولیور نے دھیرے سے کہا۔

اس وقت سینیٹر ڈیوس بھی اولیور کے پاس پہنچ گیا تھا۔

”اولیور۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اس رات تم میرے ساتھ تھے!“

”جی!“ اولیور نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

”ہاں۔ تمہیں یہی بیان دینا ہے۔ میں تمہیں ہر قیمت پر بچانا چاہتا ہوں۔“

”اور اس کے عوض مجھے کیا کرنا ہوگا۔“ اولیور نے پوچھا۔

”ظاہر ہے ہم اسرائیل اور عربوں کے درمیان امن معاہدے سے شروع کریں گے۔“ ڈیوس نے کہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں یہ سب نہیں کر سکتا کیونکہ اب معاہدے کی کارروائی بہت آگے بڑھ چکی ہے۔“

”تم بے وقوف انسان ہو۔ جب تم جیل میں ہو گے تو

اس وقت کون سا معاہدہ تمہارے کام آئے گا۔ لعنت ہو تم پر۔ تمہاری خد نے یہ دن دکھایا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک غلط گھوڑے پر رقم لگائی تھی۔ تم تو اس قابل ہی نہیں ہو۔“

ڈیوس بکنا جھکتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے ساتھ ہی تحقیقاتی ٹیم اولیور کے پاس آ پہنچی تھی۔ لیکن اولیور کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا کہ ہیلن کی موت والی رات وہ کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا۔

”آخر آپ اس سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا چاہتے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اولیور نے ایک گہری سانس لی ”میں اس وقت بہت الجھا ہوا ہوں۔ اس سوال کے جواب کے لیے آپ لوگ کل صبح آجائیں۔“

دوسری طرف ڈیوس نے لڑا کو فون کر کے کہا ”مس لڑا۔ میرے پاس تمہارے اخبار کے لیے ایک بہت بڑی خبر ہے۔ یہ بہت عجیب بات ہے کہ میں یہ خبر دے رہا ہوں لیکن میں ایک محب وطن انسان ہوں اور قانون کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ چاہے مجرم کوئی بھی ہو۔ اس بار میں اولیور کے خلاف حقائق بتا رہا ہوں۔ اس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو چکا ہے۔ اور۔۔۔“

”بولتے رہیں مسٹر ڈیوس۔“ لڑا نے دوسری طرف سے گہری سانس لی ”میں سب سن رہی ہوں۔“

کچھ دیر بعد لڑا نے بیٹ بیکر کو اپنے کمرے میں طلب کر لیا تھا۔ وہ بہت پرجوش ہو رہی تھی ”مسٹر بیکر۔ کل صبح کی اشاعت میں یہی ایک سرخی ہو کہ صدر اولیور کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا ہے۔ وہ چھ عدد قتل میں ملوث ہے۔“

”نہیں۔ یہ بہت خطرناک بات ہوگی۔“ بیکر نے انکار کر دیا ”صدر کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ ہمیں دس بار تصدیق کرنا ہوگی۔ تب جا کر ہم اتنی بڑی خبر شائع کر سکتے ہیں۔“

”آپ وہی کریں مسٹر بیکر جو آپ سے کہا جا رہا ہے۔ ابھی ابھی سینیٹر ڈیوس سے فون پر میری بات ہوئی ہے۔ اس

نے بھی ان باتوں کی تصدیق کر دی ہے۔ اگر آپ یہ خبر نہیں لکھیں گے تو میں خود لکھوں گی اور اخبار کے ساتھ ہی ڈبلوی وی پر بھی اس وقت اس خبر کو فلیش کیا جائے گا۔ میں اس دن کے تو انتظار میں تھی۔“

اور تحقیقاتی ٹیم صبح سویرے ہی اولیور کے پاس پہنچ چکی تھی۔

”میں ایک بار پھر یہ کہہ رہا ہوں کہ ان واقعات سے

”کیا!“ ڈانا چونک پڑی ”تمہارے بھائی نے کس کو بلیک میل کیا تھا۔“

”اس نے جس آدمی کو ہوٹل کی لفٹ سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسی کو خط لکھا تھا۔“

”آخر وہ کون تھا؟“

”پیٹر ٹیک۔“ اس عورت نے بتایا۔

○☆☆○

اور یہ سارا کھیل پیٹر ٹیک ہی کا تھا۔

اس نے اس انداز سے اپنے جال بچھائے تھے کہ سارا الزام اولیور کے سر جا رہا تھا۔ وہ جوش نامی مشروب استعمال کرنے کا عادی تھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک عورت کو وہ مشروب پلایا جس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ پھر گورنر اولیور کی سیکرٹری میرا کو بھی اس نے وہ مشروب پلایا تھا۔ اس نے ہیلن کو ہوٹل کے وی آئی پی سوٹ میں بلوایا تھا اور اسے تباہ کرنے کے بعد وہ مشروب پلادیا تھا اور جس کے نتیجے میں وہ لڑکی اپنے حواس کھو بیٹھی تھی اور اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ اسی نے کیا تھا۔ بڑی ہوشیاری سے۔ بڑی عیاری سے۔ اور ہر جگہ سے اپنے نشانات مٹاتا چلا آیا تھا۔

اب اسے صرف دو سے خطرہ تھا۔ منگرمانی کی بہن سے اور ڈانا۔۔۔۔۔ جو سچائی کو سونگھتی پھر رہی تھی۔ بہر حال ٹیک نے ان دونوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے سائن کو روانہ کر دیا تھا جو اس کا خاص آدمی تھا۔

○☆☆○

ڈانا نے اسی وقت بیٹ بیکر کو اخبار کے دفتر فون کر کے ساری صورت حال بتا دی ”وہ آدمی پیٹر ٹیک ہے۔ مجھ سے خود منگرمانی کی بہن نے کہا ہے۔ میں اس کا انٹرویو لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”اوہ خدا۔“ بیکر کا دماغ جھن جھن اٹھا تھا ”ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ میں لڑا کو دیکھتا ہوں۔“

وہ دوڑتا ہوا لڑا کے کمرے میں آگیا۔ لڑا نے اس کی آہٹ پاتے ہی اس کی طرف دیکھا ”اب اولیور کا کھیل ختم ہو چکا ہے مسٹر بیکر۔ ہمارے اخبار نے اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔“

”خدا کے لیے ایسا نہ کریں۔“ بیکر چلا ”یہ سارا کیا دھرا پیٹر ٹیک کا ہے۔ وہی شخص یہ سب کچھ کرتا رہا ہے۔“

”کیا!“ لڑا کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا ”یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟“

میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔“ اولیور نے کہا۔

”پھر آپ بتاتے کیوں نہیں کہ اس رات آپ کہاں تھے؟“

”میں یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ دو ملکوں کے درمیان تعلقات کا مسئلہ ہے لیکن آپ لوگوں نے مجھے اس سوز لاکھڑا کر دیا ہے کہ بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔“

ایک کمرے کے آواز دی ”پلیز آجاؤ۔“

ایک بہت خوب صورت عورت دوسرے کمرے سے نکل کر سامنے آگئی۔

”یہ اٹلی کے سفیر کی بیوی ہے اور میں نے وہ رات اسی کے ساتھ گزاری تھی۔“

○☆☆○

ڈانا، منگرمانی کی بہن کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ اس کے پاس کسی تفتیش کے سلسلے میں نہیں گئی تھی بلکہ معمول کے مطابق اس حادثے کی کوریج کے لیے گئی تھی جو حادثہ منگرمانی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس کی بہن نے ڈانا کو فوراً پہچان لیا تھا ”میں تمہیں لیوی پر دیکھتی رہتی ہوں۔“

”میں تمہارے پاس ایک چھوٹا سا انٹرویو لینے آئی ہوں۔“ ڈانا نے بتایا ”تم کیمرے کی طرف رخ کر کے صرف اپنے بھائی کے بارے میں بتاؤ گی کہ وہ کیسا تھا۔ اس کی عادتیں کیا تھیں اور اس حادثے کے بعد تم کیا محسوس کر رہی ہو۔“

یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن جوں ہی کیمرا سامنے آیا، منگرمانی کی بہن نے انٹرویو دینے سے انکار کر دیا ”نہیں۔ میں یہ انٹرویو نہیں دے سکتی۔ مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔“

”کس بات کا خوف۔“ ڈانا نے اس کے شانے پر تھپکی دی ”بتاؤ کیا بات ہے؟“

”تم میرے ساتھ آؤ۔“ منگرمانی کی بہن نے کہا۔ اس نے ڈانا کا ہاتھ تھام لیا تھا ”مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ میں تمہیں دیکھتی رہی ہوں۔“

وہ ڈانا کو اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں لے آئی تھی۔

”ہاں اب بتاؤ۔ تم کس سے خوف زدہ ہو؟“

”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے بھائی کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ کوئی حادثہ نہیں تھا بلکہ اس بے چارے کو جان بوجھ کر مارا گیا ہے۔ اگر میں لیوی پر آئی تو وہ لوگ مجھے بھی مار دیں گے۔“

”کون لوگ ہیں وہ؟“

”وہی جن کو میرے بھائی نے بلیک میل کرنے کے لیے خط لکھا تھا۔“

ہوا تھا۔ گویا اب کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ اس کی کمائی ختم ہونے والی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ کہیں فرار ہو جائے لیکن کہاں۔ وہ تو کہیں بھی نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے ٹی وی بند کیا اور اپنا سر میز سے ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

○☆○

جین اور ڈانا نے ڈلاس انرپورٹ پر کمال کا استقبال کیا تھا۔

کمال نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو ڈانا نے اس کے لیے خریدا تھا۔ وہ دونوں گہری نگاہوں سے کچھ دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے پھر دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگے۔ ڈانا نے جب کمال کا تعارف جین سے کروایا تو کمال اس سے بھی لپٹ گیا تھا۔

دوسری طرف اسی شام ایک ہنگامی پریس کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں صدر اولیور نے خطاب کیا۔ اس نے کہا ”پوری دنیا کے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ عرب اور اسرائیل اپنی جنگ ختم کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے ہیں۔ ان علاقوں میں اب امن کا دور شروع ہونے والا ہے۔ وہ امن جو خوش حالی اور سکون دیتا ہے۔ جو زندگی کی علامت ہے۔ ہم جس امن کے خواب دیکھتے رہے ہیں، اب وہ امن ہم سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان معاہدہ ہونے ہی والا ہے۔“

اولیور کی تقریر کے بعد سینٹر ڈیوس نے بھی خطاب کیا۔ اس کا بیان تھا کہ امریکا کو آج تک ایسا صدر نہیں ملا جو اتنا معاملہ فہم اور امن پسند ہو۔ صدر اولیور کی وجہ سے کئی برسوں کا خواب امن کی صورت میں اب پورا ہونے والا ہے۔

ڈانا اس پریس کانفرنس کو ٹی وی پر دیکھ رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ ایک جنگ تو ختم ہونے والی ہے۔ شاید دوسری بھی ختم ہو جائے اور یہ دنیا توپوں اور گولیوں کی آوازوں سے خالی ہو جائے۔ ہر طرف بچوں کے قہقہے ہوں اور ایسی زندگی ہو جو ہنستی مسکراتی اور گاتی ہوئی ہو۔

اس نے بڑے پیار سے جین اور کمال کی طرف دیکھا جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جین نے ڈانا کو شادی کی پیشکش کی تھی۔ جسے ڈانا نے قبول کر لیا تھا اور اب کمال ان کا بیٹا تھا۔ دنیا کے سارے مظلوم بچے ان کے بیٹے تھے۔

”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ ڈانا کی رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔“

”اوہ۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ آج کے اخبار کی کاپیاں تو فروخت کے لیے جا بھی چکی ہیں۔“ ڈانا دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی۔ کھیل اولیور کا ختم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے اخبار کا ختم ہو گیا تھا۔ اس کے انتقامی جذبوں کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ اب وہ شاید کہیں کی بھی نہیں رہی تھی۔

اس طرف ڈانا نے اسے ساؤنڈ ریکارڈسٹ کو اس انٹرویو کے لیے تیار کر لیا تھا۔ منگرمانی کی بہن کو پتا بھی نہیں چل سکا تھا اور کیمرے اس کے کمرے میں نصب ہو گئے تھے۔ سامنے رکھے ہوئے ٹی وی پر ان دونوں کی تصویریں دکھائی دے رہی تھیں۔

اچانک کوئی کار مکان کے باہر آکر رکی۔ منگرمانی کی بہن نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ سائن گاڑی سے اتر رہا تھا۔ ”یہ۔ یہ وہی ہے۔“ اس نے ڈانا کو بتایا۔

”کون وہی۔ جلدی بتاؤ۔“

”یہ ہی میرے بھائی کو تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔“ اس نے بتایا ”یہ مجھے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے بھائی کا پتا نہیں دیا تھا۔“

اس دوران میں دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی تھی۔ ڈانا کی چھٹی جس کام کر رہی تھی۔ خطرہ سر پر آپہنچا تھا ”خدا کے لیے تم انٹرویو دینا شروع کر دو۔“ اس نے منگرمانی کی بہن سے کہا ”بس یہی ایک طریقہ ہے ہم دونوں کے بچنے کا۔“

دروازے پر کسی نے زور زور سے ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔ کمزور دروازہ دھڑ سے کھل گیا تھا۔ سائن نے اندر آتے ہی پستول نکال لیا تھا۔

”خدا کے لیے ایسی کوئی حماقت مت کرنا۔“ ڈانا زور سے چلائی ”اس وقت تمہیں پورا امریکا دیکھ رہا ہے۔“

”کیا بکو اس ہے؟“

”یہ بکو اس نہیں سچ ہے۔ تم اس وقت کیمرے کی زد پر ہو اور یہ پروگرام لائیو جا رہا ہے۔ سامنے ٹی وی کو دیکھ لو۔ تمہیں اپنی صورت دکھائی دے رہی ہوگی۔“

”طلعت ہو تم پر۔“ سائن نے ٹی وی کی طرف دیکھا اور باہر دوڑ لگا دی لیکن باہر پولیس کی گاڑیاں اس کے انتظار میں تھیں۔

ٹیک نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت اپنے دفتر کے کمرے میں ٹی وی کے سامنے ہی بیٹھا

